﴿ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿١٣٤﴾ ﴾

ترجمہ: اور اللہ احسان کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے۔[آل عمران:134]

احسان

قرآن مجید کی روشنی میں

نصر اللہ قریشی

کتاب کا نام: احسان، قرآن مجید کی روشنی میں

تالیف: نصر اللہ بن نعیم اللہ قریشی

صفحات: 172

اشاعت: جنوری، 2015ء

قیمت: -/150 روپے

ناشر: گوشۂ تحقیقات اسلامی - پاکستان

﴿إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ﴾

(آل عمران: 134)

فہرست ملاحظہ فرمائیں00

انتساب

اس رسالہ بعنوان

احسان قرآن مجید کی روشنی میں

کو میں اپنے والدین کریمین کی طرف منسوب کرتے ہوئے

بیحد خوشی اور دلی سکون وراحت محسوس کر رہا ہوں

جنہوں نے مجھے اُس وقت سے سہارا دیا

جب میں ایک گوشت کا لوتھڑا تھا

اور ابھی تک وہ میرے ساتھ

احسان کرتے ہوئے

ہمیشہ دعائیں کرتے رہتے ہیں اور ہر وقت ہر قسم کی مدد ونصرت میں کبھی پیچھے نہ ہٹے بلکہ اپنے آپ کو مصیبت میں ڈال کر مجھے آرام وآسائش دیتے رہے اور میری خواہشات کو پورا کرتے رہے۔ دعا ہے کہ اللہ پاک میرے والدین کریمین کو دنیا ومافیہا کے مصائب سے بچائے اور ان کے سایہ شفقت ورحمت کو تادمِ مرگ شاد، آباد اور سلامت رکھے۔ آمین

فہرست مضامین

مضمون .... صفحہ

فہرست ملاحظہ فرمائیں 00

فہرست ملاحظہ فرمائیں00

فہرست ملاحظہ فرمائیں00

مقدمہ

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی رسولہ الکریم سیدنا و مولانا محمد صلی اللہ علیہ وسلم و علی آلہ واصحابہ اجمعین و من تبعھم باحسان یاحسان الیٰ یوم الدین.

اما بعد: یقیناً قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا ابدی پیغامِ ھدایت ہے جو سیدھی راہ دکھاتا ہے۔ قرآن مجید میں بہت آیات اس پر دلالت کرتی ہیں ان میں سے ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ذلك الكتاب لاريب فيه هدى للمتقين﴾﴿تَبَارَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلَى عَبْدِهِ لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا﴾[1]

آپ کریم - صلی اللہ علیہ وسلم - نے اس قرآن کی مثل لانے کے لیئے عرب کے تمام فصحاء وبلغاء، علماء و شعراء کو چیلنج کیا بلکہ یہ چیلنج تمام دنیا کے لوگوں کو کیا گیا ہے اور آج تک یہ چیلنج قائم و دائم ہے اور تا قیامت کوئی شخص اس کتاب قرآن مجید کی مثل نہ لاسکے گا۔ اور یہ ایسی کتاب ہے جس کی حفاظت خود اللہ پاک نے اپنے ذمہ لی ہوئی ہے اور اس میں کسی قسم کی تحریف و تبدیل نہ ہوئی ہے نہ ہی ہوسکتی ہے اور حکم قرآن پاک ہم تک متواتر ذرائع سے پہنچا ہے چنانچہ قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ﴾[2]

1- الفرقان: 1

2- الحجر: 9

بیشک قرآن مجید اپنی تمام خصوصیتوں کے ساتھ اس انسانی معاشرے میں پائی جانے والی تمام مشاکل ومسائل کا مستقل اور مؤثر طریقے سے علاج کرتا ہے چاہے وہ مسائل روحانی ہوں، عقلی ہوں بدنی ہوں اجتماعی ہوں، اقتصادی ہوں یا سیاسی ہوں ان کا علاج حکیمانہ طور پر کرتا ہے اور اس سے واضح ہوتا ہے کہ یہ کتاب اللہ حکیم کی طرف سے نازل کردہ ہے۔

اسی طرح قرآن پاک معارفِ الٰہی کا بحرِ بے کراں ہے جو کہ ہدایت ورشد سے بھرا ہوا ہے اس لیئے انسان پر واجب ہے کہ وہ اس کتاب کے اوامر کو بجالائے اور نواہی سے رکا رہے اور اس کے بتائے ہوئے راستے پر گامزن ہوکر ہدایت یافتہ ہوجائے ۔ بحیثیت بشر ہم اس کتاب کے تمام عجائب کو نہیں سمجھ سکتے، کیونکہ اس کے عجائب ختم ہونے والے نہیں۔ اور انہیں عجائب میں سے ایک؛ اخلاقی پہلو کا مطالعہ کرنے جارہا ہوں جس کا عنوان ہے: "احسان قرآن مجید کی روشنی میں" جو کہ ہمارے معاشرے میں موجود اخلاقی مسائل (دینی ودنیوی) کو حل کرنے میں مددگار ثابت ہوگا۔

نصر اللہ بن نعیم اللہ قریشی

فہرست ملاحظہ فرمائیں OO

تمھید

دین میں تین درجات ہیں اسلام، ایمان اور احسان اور ان تینوں میں سے ہر ایک کے ارکان مختص ہیں اور ان تینوں میں سے جو بلند و بالا اور اولیٰ ہے وہ احسان ہے۔

اسلام سے مراد اوامر کی عملی صورت ہوتی ہے اور ایمان سے مراد اوامر کو دلی طور پر تسلیم کرنا ہوتا اور احسان سے مراد ان اعمال میں اتقان پیدا کرنا اور ان کو اچھی طرح سے خوب بنا کر اور سنوار کر ادا کرنا اور ہر عمل میں توجہ کو اللہ کی طرف ہی مرکوز رکھنا شامل ہے۔

اس سے واضح ہوا کے اسلام میں احسان کا مصطلح وسیع معنی سے پایا جاتا ہے اور یہ فقط کسی محتاج اور عاجز کو مال و دولت اور اس کی مدد کر دینے پر ہی محصور نہیں بلکہ احسان کا مفہوم اور دائرہ کار تمام وسیع ہے جس کی کوئی حد ہے نہ کوئی حساب اور یہ تمام میادین حیات میں پایا جاتا ہے چاہے وہ مادی ہوں یا معنوی اس لیئے لفظ احسان کا احاطہ کرنا مشکل ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالإحسان وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَى وَيَنْهَى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ.[3]

3- النحل: 195

فہرست ملاحظہ فرمائیں00

اور ارشاد ہے: (وَأَحْسِنُوا إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ)[4]

ارشادِ نبوی ﷺ ہے: "إن الله كتب الإحسان في كل شيء...الخ[5]"

مذکورہ بالا آیات میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں احسان کرنے کا حکم فرمایا ہے اور نبی کریم ﷺ کے ارشاد مبارک سے –جو کہ ہمارے لیئے اسوۂ حسنہ ہے- سے واضح ہوتا ہے کے آپ ﷺ نے اپنے صحابہ کو احسان کی تعلیم دی اور ان پر احسان کو ہر چیز اور ہر عمل میں لازم قرار دیا اور اس کے مطلق ہونے کی دلیل آپ ﷺ کا فرمان کہ ہر چیز میں اللہ نے احسان کو واجب کیا ہے-اس حدیث میں بتایا گیا کہ جس پر بھی چیز ہونے یا شے ہونے کا اطلاق ہوتا ہے تو اس میں اللہ تعالیٰ کے طرف سے احسان کرنے کا حکم فرمایا گیا ہے-

---

4- البقرة: 195

5- المسند الصحيح المختصر بنقل العدل عن العدل إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم–صحيح مسلم؛ ج3، ص1548، حديث رقم: 1955،: مسلم بن الحجاج أبو الحسن القشيري النيسابوري (المتوفى: 261هـ)، صحيح مسلم،كتاب الصيد والذبائح وما يؤكل من الحيوان، باب الأمر بإحسان الذبح والقتل، وتحديد الشفرة، المحقق: محمد فؤاد عبد الباقي، الناشر: دار إحياء التراث العربي – بيروت.

فہرست ملاحظہ فرمائیں00

احسان کا لغوی واصطلاحی معنی:

احسان کا اصل مادہ حسن ہے اور اس مادہ میں کسی چیز کے جمال اور کمال کے معانی موجود ہوتے ہیں۔ اور اس کی ضد قبیح ہے[6]۔ اور کہا جاتا ہے کہ حسن الشيء تحسينا أي زيّنه[7] اور محاسن سے مراد ہے جسم میں موجود اچھائیاں۔ احسان مصدر ہے احسن یحسن احسانا سے اور اس کا ضد ہے اساءۃ یعنی برائی۔

علامہ شریف جرجانیؒ فرماتے ہیں: اس کی اصل حسن ہے اور یہ ایسا کام ہے کہ جو اچھے طریقے سے کیا جائے اور شریعت میں اس سے مراد یہ ہے کہ تو اپنے اللہ کی اس طرح عبادت کرے کہ وہ تو اسے دیکھ رہا ہو اور اگر تم اسے نہیں دیکھ رہے تو وہ تمہیں دیکھ رہا ہے[8]۔

اس کی دو قسمیں ہیں:

6- لسان العرب؛ 877/2، ، المؤلف: محمد بن مكرم بن على، أبو الفضل، جمال الدين ابن منظور الأنصاري الرويفعى الإفريقى (المتوفى: 711هـ)، الناشر: دار صادر – بيروت، الطبعة: الثالثة - 1414 هـ.

7- مختار الصحاح؛ ص73، مادة (ح س ن)، المؤلف: زين الدين أبو عبد الله محمد بن أبي بكر بن عبد القادر الحنفي الرازي (المتوفى: 666هـ)، المحقق: يوسف الشيخ محمد، الطبعة: الخامسة، 1420هـ / 1999م.الناشر: المكتبة العصرية - الدار النموذجية، بيروت – لبنان،

8- كتاب التعريفات، ص12، المؤلف: علي بن محمد بن علي الزين الشريف الجرجاني (المتوفى: 816هـ)، المحقق: ضبطه وصححه جماعة من العلماء بإشراف الناشر، الناشر: دار الكتب العلمية بيروت –لبنان، الطبعة: الأولى 1403هـ -1983م

فہرست ملاحظہ فرمائیں00

خود ہی متعدی ہوتا ہے۔ جس طرح: أحسنت كذا، أي حسنته وكلمته، وهو منقول بالهمزة من حسن الشيء.

متعدی بحرف جر: أحسنت إلى فلان، أي أوصلت إليه ما ينتفع به. [9].

اصطلاح میں:

احسان کا اصطلاح معنی حضور نبی کریم ﷺ نے احسان کا معنی بیان فرمادیا ہے جب آپ سے حضرت جبریل علیہ السلام نے احسان کے بارے میں سوال پوچھا کہ :

قال جبريل: فأخبرني عن الإحسان، قال: «أن تعبد الله كأنك تراه، فإن لم تكن تراه فإنه يراك»[10]

اس حدیث مبارکہ سے احسان کا معنی اللہ تعالیٰ کے لیئے خلوص اور اس کی طرف توجہ ہونا ہے جو کہ ایمان اور اسلام کے صحیح و مقبول ہونے کی شروط میں سے ایک شرط ہے۔

9- الجامع لأحكام القرآن = تفسير القرطبي ج10، ص166، أبو عبد الله محمد بن أحمد بن أبي بكر بن فرح الأنصاري الخزرجي شمس الدين القرطبي (المتوفى: 671هـ)، تحقيق: أحمد البردوني وإبراهيم أطفيش، الطبعة: الثانية، 1384هـ - 1964 م، الناشر: دار الكتب المصرية – القاهرة.

10- مسلم، كتاب الإيمان، باب: الإيمان ما هو وبيان خصاله، حديث رقم: 8، 36/1

فہرست ملاحظہ فرمائیں00

امام قرطبیؒ[11] **فرماتے ہیں کہ:** هو إتقان العبادة ومراعاتها بآدابها المصححة والمكملة ومراقبة الحق فيها واستحضار عظمته وجلاله حالة الشروع وحالة الاستمرار[12].

وقد ذُكر القرطبي عن **سفيان بن عيينة**[13] أن معنى الإحسان: أن تكون سريرته (العامل) أحسن من علانيته[14].

11- القُرْطُبي: (المتوفى:671 ھ) محمد بن أحمد بن أبي بكر بن فَرْح الأنصاري الخزرجي الأندلسي، أبو عبد الله، القرطبي: من كبار المفسرين. صالح متعبد. من أهل قرطبة. رحل إلى الشرق واستقر بمنية ابن خصيب (في شمالي أسيوط، بمصر) وتوفي فيها. من كتبه " الجامع لأحكام القرآن – ط " عشرون جزءا، يعرف بتفسير القرطبي، وكان ورعا متعبدا، طارحا للتكلف، يمشي بثوب واحد وعلى رأسه طاقية (انظر: الأعلام للزركلی:322/5).

12-تفسير القرطبي، ج10، ص167

13- سُفْيَان بن عُيَيْنَة (107 - 198 ھ = 725 - 814 م) سفيان بن عيينة بن ميمون الهلالي الكوفي، أبو محمد: محدّث الحرم المكيّ. من الموالي. ولد بالكوفة، وسكن مكة وتوفي بها. كان حافظا ثقة، واسع العلم كبير القدر، قال الشافعيّ: لولا مالك وسفيان لذهب علم الحجاز. وكان أعور. وحج سبعين سنة. له (الجامع) في الحديث، وكتاب في التفسير) (الأعلام: 105/3) .

14-المرجع السابق، ج17، ص280

فہرست ملاحظہ فرمائیں00

امام ابن حجر العسقلانی[15] فرماتے ہیں کہ : والإحسان في العبادة هو الإخلاص فيها والخشوع وفراغ البال حال التلبس بها ومراقبة المعبود.[16]

عبادات میں احسان سے مراد اخلاص ہے اور خشوع اور ماسویٰ اللہ سے دور ہو جانا اور صرف معبودِ حقیقی کی طرف توجہ مرکوز رکھنا۔

علامہ قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ : احسان کی حقیقت یہ ہے کہ عمل کو اچھی طرح بجالانا اور جو بھی عمل کرے وہ خالصۃً للہ ہی ہو۔ اور تحسین عمل سے مراد یہ ہے کہ خشوع کے ساتھ عمل کو بجالائے۔

امام جلال الدین السیوطی کے نزدیک احسان سے مراد ایمان واسلام میں اچھائی کی کوشش کرنا۔

اگر اسلام ایمان اور اسلام کے ساتھ ہو تو اس سے مراد ہے: اللہ کی طرف یکسوئی سے متوجہ ہونا اور مراقب ہونا اور اچھی طرح سے اطاعت بجالانا اور نبی کریم

15- ابن حَجَر العَسْقَلَاني:(773 - 852 هـ = 1372 - 1449 م):أحمد بن علي العسقلاني، أبو الفضل، شهاب الدين، ابن حَجَر: من أئمة العلم والتاريخ. أصله من عسقلان (بفلسطين) ومولده ووفاته بالقاهرة. انتشرت مصنفاته في حياته وتهادتها الملوك وكتبها الأكابر، أما تصانيفه فكثيرة جليلة، منها الدرر الكامنة في أعيان المئة الثامنة، لسان الميزان – بلوغ المرام من أدلة الأحكام.(انظر: الأعلام للزركلي: ج1، ص178)

16- فتح الباري شرح صحيح البخاري، ج1، ص120؛ المؤلف: أحمد بن علي بن حجر أبو الفضل العسقلاني الشافعي ط:1379، الناشر: دار المعرفة – بيروت، رقم كتبه وأبوابه وأحاديثه: محمد فؤاد عبد الباقي.

فہرست ملاحظہ فرمائیں00

ﷺ نے بھی اس کا بیان حدیث جبریل میں فرمایا جب حضرت جبریل علیہ السلام نے سوال کیا: ما الإحسان؟ فقال:"الإحسان أن تعبد الله كأنّك تراه فإن لم تكن تراه فإنّه يراك.."

اگر احسان مطلّقا وارد ہو تو اس سے مراد: ایسا کام جو کہ اچھا ہو، اور جرجانی حسن العمل کا معنی بیان کرتے ہیں کہ: جو کہ دنیا میں تعریف کے لائق ہو اور آخرت میں اس پر ثواب عنایت ہو[17]۔

شریعت کی اصطلاح میں:

احسان سے مراد ہر وہ کام ہے جس پر اجر و ثواب ہے اور اعمال میں سے کوئی نوافل ہیں اور کوئی فرائض ہیں مگر ان میں فقط مطلوبہ کام کو مکمل کرنے کو عدل میں داخل کرتے ہیں اور جس کام کو اچھی طرح سے پایۂ تکمیل تک پہنچایا جائے تو وہ احسان کہلاتا ہے۔

احسان کا حکم:

احسان کا حکم ہر چیز کے لحاظ سے مختلف ہوتا ہے فرض، وجوب اور مندوب ہونے کے لحاظ سے:

17- نضرة النعيم في مكارم أخلاق الرسول الكريم - صلى الله عليه وسلم، المؤلف : عدد من المختصين بإشراف الشيخ/ صالح بن عبد الله بن حميد إمام وخطيب الحرم المكي، الطبعة : الرابعة، الناشر : دار الوسيلة للنشر والتوزيع، جدة.

علماء کرام کا حکم ہے کہ ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ ہر چیز میں احسان کرے یعنی ہر کام کو اچھی طرح سے اور خلوص سے سر انجام دے۔

مسلمان پر جو واجب احسان ہے وہ یہ کہ: اپنے نفس پر احسان کرے اور اس کو گناہوں سے بچاتا رہے (قُوا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا)[18] اور اپنے نفس کو جہنم کی آگ سے بچائے جس طرح اصول فقہ کا قاعدہ ہے کہ: درء المفاسد مقدم على جلب المصالح.

اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی عبادت میں احسان ہے: اور اللہ تعالیٰ کی عبادت میں احسان کا اعلیٰ ترین درجہ یہ ہے کہ فرائض وواجبات کو مکمل کرتا رہے اور جس نے فرائض وواجبات ترک کیئے اس نے اپنے نفس کے ساتھ اچھائی نہیں برتی۔ اور جب بھی فرائض وواجبات ادا کرے تو ان کو اچھی طرح اور خلوص کے ساتھ ادا کرے۔

نوافل میں احسان: جب بھی بندہ نوافل ادا کرے تو چاہیے کہ اپنے اوپر احسان کرے۔ اور ہم سب جانتے ہیں کہ ہر فرضۂ اسلام میں کچھ نوافل بھی موجود ہیں جس طرح نماز کے اندر بھی نوافل موجود ہیں اور نماز کی ایک قسم نوافل بھی ہے اور روزہ میں بھی نوافل ہیں اور صدقہ میں بھی فرض صدقہ (زکاۃ) اور نافلہ خیرات وغیرہ ہے اور اسی طرح حج وعمرہ اور ذکر اللہ اور جو بھی چیز اللہ تعالیٰ کے لیئے عبادت جانی جاتی ہے اس میں نوافل موجود ہیں ان کو اچھی طرح بجالایا جائے۔

مندرجہ بالا سطور سے واضح ہوا کہ:

18-التحریم:6

بندے کا اپنے اوپر احسان یہ ہے کہ گناہوں سے بچتا رہے اور اچھے اعمال کو اچھی طرح کرنے میں کوشاں رہے۔

فرائض وواجبات میں احسان یہ ہے کہ ان کو پوری طرح ادا کیا جائے اور ان کو اچھے طریقے سے ادا کیا جائے، مثلا: آرام اور اطمینان سے رکوع و سجود کرنا واجب ہے اس کی مقدار یہ ہے کہ تین مرتبہ تسبیح پڑھی جائے ایسا کرنے سے واجب تو ادا ہو جائے گا اگر دس مرتبہ اور خلوص دل سے ادا کرتا ہے تو یہ احسان میں داخل ہو گا اور یہ ہی زیادۃ فی الاحسان ہے۔

اس سے یہ واضح ہوا کہ احسان کبھی فرض میں داخل ہوتا ہے اور کبھی نافلہ عبادات و اعمال میں۔ لیکن ہر چیز میں اس کے حساب سے احسان کا پہلو موجود ہوتا ہے۔جس طرح مشہور ہے کہ : (الإحسان في كل شيء بحسبه)

قرآن پاک میں احسان کے معانی:

قرآن مجید میں احسان مختلف معانی میں آیا ہے ان میں سے چند بمع امثلہ درج ذیل ہیں:

- اتقان: کسی چیز کو اچھی طرح ادا کرنا۔ارشاد باری تعالیٰ ہے: (الَّذِي أَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ خَلَقَهُ)[19]

19- السجدة:7

- کسی پر انعام کرنا: ارشاد باری تعالیٰ ہے: (وَقَدْ أَحْسَنَ بِي إِذْ أَخْرَجَنِي مِنَ السِّجْنِ)[20] مگر یہ چیز ملحوظِ خاطر رہے کہ احسان عام ہے اور انعام خاص ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے: (إِنْ أَحْسَنْتُمْ أَحْسَنْتُمْ لِأَنْفُسِكُمْ)[21] ان دونوں آیات سے یہ واضح ہوتا ہے کہ احسان کسی اور پر بھی کیا جاسکتا ہے اور اپنے اوپر خود بھی کیا جاسکتا ہے لیکن انعام فقط دوسروں پر ہی ہوتا ہے۔
- ایمان: ارشاد باری تعالیٰ ہے: (وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِمَا مُحْسِنٌ وَظَالِمٌ لِنَفْسِهِ مُبِينٌ)[22] اس آیت میں محسن سے مراد مؤمن ہے اور ظالم سے مراد شرک کرنے والے کے ہیں جو کہ ایمان کا ضد ہے۔
- الصبر: ارشاد باری تعالیٰ ہے: (وَاصْبِرْ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ)[23] یعنی صابرین کا۔
- العلم: ارشاد باری تعالیٰ ہے (إِنَّا نَرَاكَ مِنَ الْمُحْسِنِينَ)[24] یعنی ہم آپ کو تعبیر الرؤیا کا عالم پاتے ہیں۔

20- یوسف:100

21- الإسراء:7

22- الصافات:113

23- یوسف:90

24- یوسف:36

فہرست ملاحظہ فرمائیں00

مذکورہ بالا سطور میں احسان کے متعلق علماء کے اقوال سے واضح ہوا کہ احسان اچھے اخلاقوں میں سے ہے اور قرآن پاک میں احسان کے بارے میں احکامات کا اہتمام کیا گیا ہے اور نبی کریم ﷺ نے بھی اپنی اسوۂ حسنہ سے احسان کا حکم دیا ہے اور علماءِ کرام نے بھی اسلام کی شروعاتی زمانے سے لیکر آج تک احسان کی تشریح وترویج اور اس کے احکامات بیان کرنے میں بڑا اہتمام کیا ہے اور اس سے مؤمن کے دل میں نور کی تجلی پیدا ہوتی ہے جو کہ اس کو اعمالِ صالحہ اور اخلاقِ حسنہ کو اپنانے پر اکساتی ہے اور مؤمن اس اخلاقِ حسنہ کو اپنی زندگی میں اچھے طریقے سے اپناتا ہے۔

اسلام میں احسان کی اهمیت:

احسان کے اصل مادہ حسن سے مشتق ہونے والے الفاظ قرآن مجید میں ایک سو نوے سے زائد مرتبہ مختلف معانی سے وارد ہوئے ہیں اور میرے نزدیک قرآنی اور اسلام کی تعلیمات تمام کی تمام احسان کے ارد گرد ہی گھومتی ہیں لیکن اس کی صورتیں مختلف ہوتی ہیں؛ کبھی مسلمان اپنے اوپر احسان کرتا ہے اور کبھی دوسروں کے ساتھ احسان کرتا ہے اور کبھی عبادات کو اچھی طرح ادا کرکے احسان کرتا ہے اور کبھی اعمالِ صالحہ کو اچھی طرح ادا کرکے احسان کرتا ہے بہر کیف کسی نہ کسی صورت اس کے اعمال ونیّات میں احسان کا پہلو موجود ہوتا ہے۔ یہ چیز اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ احسان کا درجہ اسلام میں تمام بلند وبالا ہے اور یہ کہ اسلام تمام کا تمام احسان کرنے کا نام ہے اور دوسروں پر رحمت، شفقت اور اچھے اخلاق سے پیش آنے کا ہی نام ہے۔

فہرست ملاحظہ فرمائیں00

اسی طرح سنت مطہرہ جو کہ قرآن پاک کے احکامات کو مکمل کرنے والی بھی ہے تو اس کتابِ پاک کی تفسیر کرنے والی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ قرآن پاک کا عملی نمونہ بھی ہے۔ سنت مطہرہ میں بھی اس عظیم اخلاق احسان کا بھرپور اہتمام کیا گیا ہے اور اس کے مختلف پہلو کا ذکر بھی کیا گیا ہے اور اس کا وسیع دائرہ کار کا بیان بھی سنت مطہرہ میں ہی وارد ہوا ہے۔ نبی کریم ﷺ چونکہ تمام انسانوں کے لئے بھیجے گئے ہیں اور آپ کو رحمۃ للعالمین کر کے بھیجا گیا ہے اور آپ ﷺ کے اقوال اعمال اور تعلیمات سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ آپ نے اپنے نفس پر احسان کیا اور اپنے اعمال کو جو کہ اچھے تھے ان کو اور اچھا کیا اور لوگوں کے ساتھ بغیر کسی تفریق کے اچھائی اور احسان کیا یہاں تک کہ آپ نے جانوروں سے بھی اچھائی اور بھلائی کی اور احسان کے ساتھ پیش آئے اور سب سے بڑی بات یہ کہ جو لوگ جانورں سے بھی گئے گذرے تھے یعنی کفار ومشرکین جو کہ دینِ اسلام کے سخت ترین مخالف اور مسلمانوں کے دشمن تھے آپ ﷺ نے ایسے سخت اعداء سے بھی اچھائی کی اور احسان کے ساتھ پیش آئے اور ہمارے لئے اسوۂ حسنہ پیش کیا۔

اور احسان کا مرتبہ اس سے واضح ہوتا ہے کہ :

- احسان عبادات کے صحیح ہونے کے لیئے شرط ہے جسطرح حدیث جبریل میں آیا ہے۔

فہرست ملاحظہ فرمائیں00

- لفظ احسان قرآن مجید میں ایمان، اسلام، تقوی اور عمل صالح کے ساتھ وارد ہوا ہے اور یہ احسان کی عظمت پر دلالت کرتا ہے۔
- لفظ احسان قرآن مجید میں اخلاقیات کی عظیم قدروں کے ساتھ آیا ہے مثلا: عدل اور صبر وغیرہما۔

باب اول:

عبادات اور معاملات میں احسان

فہرست ملاحظہ فرمائیں00

فصل اول:
اللہ کے ساتھ احسان یا عبادات میں احسان

اس کا مطلب یہ ہے کہ بندہ اپنے دل میں پختہ یقین کرے کہ اللہ جل شانہٗ ہر پل ہر گھڑی، اور ہر حال میں اس کے ساتھ ہے خصوصی طور پر جب عبادت کا ارادہ کرے تو اپنے آپ کو اس رب کریم کے آگے اس طرح جانے کہ وہ رب کریم اسے دیکھ رہا ہے اور اسی حال میں عبادت کو مکمل کرے اور عبادات میں واجبات اور سنن کے ساتھ نوافل کو بھی کما حقہ ادا کرے اور کیونکہ اللہ تعالیٰ کا احسان کے متعلق حکم مطلق ہے اور اس میں احسان کے تمام معانی شامل ہو جاتے ہیں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

(إِنَّ اللّٰہَ یَأۡمُرُ بِالۡعَدۡلِ وَالإحسان) [25].

علامہ آلوسی عبادات میں احسان کے متعلق فرماتے ہیں کہ: اعمال اور عبادات میں احسان سے مراد یہ ہے کہ ان کو کما حقہٗ ادا کیا جائے اور اس کے درج ذیل طریقے ہیں:

- احسان کا پہلا طریقہ: کیفیت کے لحاظ سے احسان کرنا جس طرح حدیث جبریل میں فرمانِ مصطفیٰ ﷺ وارد ہوا ہے کہ: (الإحسان أن تعبد الله كأنك تراه، فإن لم تكن تراه فإنه يراك) [26]

25- النحل:90

26- مر تخریجه

فہرست ملاحظہ فرمائیں00

- دوسرا طریقہ: عدد کے لحاظ سے احسان کرنا جس طرح نوافل کا ادا کرنا جو کہ واجبات کی کمی کو پورا کرنے والے ہیں۔

حضور نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ: (إن الله كتب الإحسان على كل شيء...الخ)[27] یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ پر ہر چیز میں احسان کرنا واجب کر دیا ہے اور یہاں پر لفظ علی بمعنی فی ہے اور کتابۃ کا متعلق محذوف ہے اور کتابۃ سے مراد ایجاب ہے اور کبھی کبھی اس کا حکم مندوب کے درجہ کا بھی ہوتا ہے جس طرح احسان کے حکم میں بیان ہو چکا۔

عبادت میں احسان کے دو درجے ہیں:

- پہلا درجہ: یہ کہ انسان اپنے رب کی عبادت اس طرح کرے گویا کہ اللہ حاضر و موجود اس کو دیکھ رہا ہے اور عبادت سے دل میں اس اللہ جل شانہ کا شوق، رغبت، محبت اور طلب پیدا کرنا ہو۔ اور یہ مرتبہ اعلیٰ ترین مرتبہ ہے۔
- دوسرا درجہ: اگر مذکورہ بالہ درجہ کی عبادت نہ کر سکے یعنی اگر اس طرح عبادت نہ کر سکے کہ اللہ اس کو دیکھ رہا ہے تو پھر دوسرا درجہ یہ ہے کہ اللہ کی عبادت اس طرح کرے کہ اللہ اس کو دیکھ رہا ہے۔ خوفزدہ ہو کر، اس کی سزا و عذاب سے ڈرتے ہوئے عبادت کرے۔

اور ان درجوں میں لوگوں کے مختلف فروعی مراتب ہوتے ہیں۔

27- مر تخریجہ

اللہ تبارک وتعالیٰ کی محبت سے دل میں اس کا شوق اور طلب پیدا ہوتی ہے۔ اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی تعظیم سے دل میں خوف اور ڈر پیدا ہوتا ہے اور ان دونوں (محبت و تعظیم) میں بندگی کا کمال ہے، اور محبت و تعظیم کا کمال ہے۔ اور یہ ہی وہ احسان ہے جو کہ عبادات میں اللہ تعالیٰ نے بندوں سے طلب فرمایا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: {وَمَنْ أَحْسَنُ دِينًا مِمَّنْ أَسْلَمَ وَجْهَهُ لِلَّهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ وَاتَّبَعَ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا وَاتَّخَذَ اللَّهُ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلًا}[28]

عبادات میں احسان کی مختلف صورتیں ہیں:

1. عبادات میں اخلاص اور شریعتِ محمدی کی اتباع کرنا:

علماء کرام نے کسی بھی عمل کے قبول اور اس پر حصولِ اجر کے لیئے دو شرطیں بیان کی ہیں ان میں سے ایک اخلاص نیت اور دوسرا شریعت پاک کے موافق عمل ہو اور اس سے اتباعِ شریعت ہوتی ہو۔ اخلاصِ نیت کی اہمیت کا اس چیز سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ نیت کی وجہ سے اعمال کے نتائج و ثمرات تبدیل ہو جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اخلاص کا حکم دیتے ارشاد فرمایا کہ: (وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ)[29]

28- النساء: 125

29- البينة:5

امام فخر الدین رازی اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ:

اخلاص سے مراد ہے خالص نیت، اور جب بھی خالص نیت معتبر ہوگی تب ہی اس نیت کی بنیاد پر کیا گیا عمل معتبر ہوگا "[30].۔

عبادات میں اللہ تبارک وتعالیٰ کے لیئے اخلاص کو امام طبری نے ارشاد باری تعالیٰ (قُلِ اللَّهَ أَعْبُدُ مُخْلِصًا لَهُ دِينِي)[31] کی تفسیر میں اس طرح بیان کیا ہے کہ: یا محمد آپ اپنی قوم کے مشرکین کو فرمادیں: کہ میں خالصۃ اللہ کی عبادت کرتا ہوں، میری عبادت واطاعت اسی ایک کے لیئے ہے، اور میں اس میں اس اللہ کا کوئی شریک نہیں بناؤں گا مگر میں اس اللہ کو الوھیت میں ایک جانتا ہوں، اور اس کے سوا باقی آلہۂ باطلہ اور شرکاء باطلہ سے بیزار ہوں، تم اوثان واصنام اور تمام مخلوقات میں سے جس کی بھی چاہو عبادت کرو، اور تم جلد اس برے کام کی جزا پاؤ گے جب تم اس اللہ واحد وبرحق سے (بروزِ محشر) روبرو ہوگے۔

اور قرآن پاک میں اخلاص کے بارے میں اور اس کی اہمیت کے بارے میں بہت سی آیات وارد ہوئی ہیں جن میں سے ارشاد باری تعالیٰ: (قُلْ إِنَّ صَلَاتِي

30- مفاتيح الغيب = التفسير الكبير، ج11، ص299؛ المؤلف: أبو عبد الله محمد بن عمر بن الحسن بن الحسين التيمي الرازي الملقب بفخر الدين الرازي خطيب الري (المتوفى: 606هـ) الطبعة: الثالثة - 1420 هـ، الناشر: دار إحياء التراث العربي - بيروت

31- الزمر: 14

وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ)[32] وقوله تعالى:(قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ).[33] اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ: (فَقُلْ أَسْلَمْتُ وَجْهِيَ لِلَّهِ)[34]

مؤخر الذکر آیت میں اسلمتُ سے مراد اخلصتُ ہے جس طرح کہا جاتا ہے:

اسلمتُ الشيء لفلان يعنى اخلصته له يعنی اس شخص کا اس چیز کی ملکیت ہونے میں کوئی شریک نہیں ہے وہ ہی فقط اس کا مالک ہے۔ اور وجہ سے مراد عمل ہے جس طرح ارشادِ باری تعالیٰ ہے: (يريدون وجهه)[35] یعنی اس اللہ کی عبادت چاہتے ہیں یعنی میں نے اپنا سر عمل فقط اللہ تعالیٰ کے لیئے جھکایا ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ جو بھی میرے اعضاء سے عمل ظاہر ہو گا اس کا مطلب اور نیت فقط عبادتِ رب العالمین کے لیئے ہو گا اور اس کی الوہیت کے لیئے ہو گا[36]۔

خلاصہ: عبادات میں احسان سے مراد: یہ ہے کہ بندہ اپنے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اتباع کرے اور ایک پل بھی ان کی نافرمانی نہ کرے۔ اور اللہ کا شکر بجالائے اور اس کی ناشکری نہ کری، اور اللہ کا ذکر ہمیشہ کرتا رہے اور اس کو کبھی

32- الأنعام:162

33- المؤمنون:1-2

34- آل عمران: 20]

35- الكهف: 28

36- انظر: تفسير الطبري، ج7: 174-175)

فہرست ملاحظہ فرمائیں00

بھی نہ بھولے، اور اس دینِ متین کی تبلیغ کرتا رہے اور لوگوں کو دینِ حق کی تعلیم بھی دیتا رہے اور خوفِ خدا پیدا کرے اور اپنے اعمال کو خوب سے خوب تر کرے اور اچھے انداز سے ادا کرے اور عبادات کو بجا لانے کا حق ادا کرنے کی بھرپور کوشش کرتا رہے۔ جس طرح ارشاد باری تعالیٰ ہے: (یٰاَیُّھا الذین آمنوا اتقوا الله حق تقاته ولا تموتن إلا وأنتم مسلمون)[37]

دوسرا: عبادات میں شریعتِ محمدی کی اتباع کرنا:

اللہ تبارک وتعالیٰ نے خاتم الانبیاء والمرسلین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو تمام جہانوں کے لیئے نبی و رسول کرکے بھیجا اور اس کو اپنا محبوب اور کامل دین عنایت فرمایا جس طرح ارشاد باری تعالیٰ ہے: (اليوم أكملت لكم دينكم وأتممت عليكم نعمتي ورضيت لكم الإسلام دينا)[38] اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمارے اوپر اطاعت محمدیہ کو ہر وقت وہر جگہ اور ہر کام میں لازم وواجب قرار دیا ہے، فرمانِ باری تعالیٰ ہے: (یٰاَیُّھا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَلَا تُبْطِلُوا أَعْمَالَكُمْ)[39] اور برملا اعلان ہوا کہ شریعتِ محمدیہ ہی وہ میزان وترازو ہے جس سے اعمال کو تولا، جانچا اور پرکھا جاسکتا ہے اور صحیح وسقیم، اعلیٰ وادنیٰ، مہذب وغیر مہذب اعمال میں فرق جانا جاسکتا ہے۔ کیونکہ

37- آل عمران:102

38- المائدة:5

39- محمد:33

فہرست ملاحظہ فرمائیں00

یہ وہ دین ہے کہ جس نے ہر اچھے کام پر دلالت کی ہے اور ہر برے کام سے روکا ہے۔ تو اگر کوئی بھی عمل شریعت کے مطابق ہوگا تو وہ ہی صالح ومقبول قرار پائے گا اور اگر کوئی عمل شریعت اور اس کے اصولوں کے خلاف ہوگا تو وہ مردود وباطل قرار پائے گا۔

2. عبادات کے لیئے اچھی طرح سے پاک وصاف ہونا:

اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن مجید میں ہمیں طہارت وپاکائی کا حکم فرمایا ہے ارشاد ہے: (يَاَيُّها الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ وَإِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوا وَإِنْ كُنْتُمْ مَرْضَى أَوْ عَلَى سَفَرٍ أَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِنْكُمْ مِنَ الْغَائِطِ أَوْ لَامَسْتُمُ النِّسَاءَ فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا..الخ)[40] اور نبی کریم ﷺ نے بھی طہارت وپاکائی کا حکم فرمایا بلکہ آپ کریم ﷺ نے طہارت وپاکائی میں احسان کرنے کا حکم فرمایا اور احادیث مبارکہ میں ناقص وغیر مکمل طہارت کو نماز میں تشویش اور شک وشبہہ ڈالنے کی وجوہات میں سے

40- المائدة:6

فہرست ملاحظہ فرمائیں00

بتایا گیا ہے۔ارشادِ نبوی ہے: "ما بال رجالٍ يحضرون معنا الصلاة بغير طهور، أولئك الذين يلبسون علينا صلاتنا، من شهد معنا الصلاة فليحسن الطهور"[(41)].

مندرجہ نصوص سے واضح ہوتا ہے کہ ہر مسلمان پر واجب ہے کہ وہ اچھی طرح سے غسل، وضو، و تیمّم کرے۔اور مسلمان کو چاہیے کہ وہ وضو و غسل کی سنتوں اور مستحبات کا اہتمام کرے اور خصوصا وضو میں مسواک کا استعمال لازم بنائے ،اور غسل یومِ جمعہ کا بھرپور اہتمام کیا جائے اور اسی طرح وضو و غسل کی دوسری سنن ومستحبات کا خصوصی اہتمام کیا جائے۔ اور نبی کریم ﷺ نے ایسے لوگوں کو خوشخبری دی ہے جو ہمیشہ طہارت کی حالت میں رہتے ہیں۔ارشاد نبوی ہے: (من توضأ على طهر كتب الله له عشر حسنات.) [(42)]

اور حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے حدیث میں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: (استقيموا، ولن تحصوا، واعلموا أن خير أعمالكم الصلاة، ولا يحافظ على

41- مسند أحمد رقم الحديث 21994، 47/47، المؤلف: أبو عبد الله أحمد بن محمد بن حنبل بن هلال بن أسد الشيباني (المتوفى: 241هـ)، المحقق: شعيب الأرنؤوط - عادل مرشد، وآخرون، إشراف: د عبد الله بن عبد المحسن التركي، الناشر: مؤسسة الرسالة، الطبعة: الأولى، 1421 هـ - 2001 م.

42- سنن أبي داؤد، كتاب الطهاره، باب الرجل يُحدِثُ الوضوء من غير حدث، حديث62، ج1،ص16

فہرست ملاحظہ فرمائیں00

الوضوء إلا مؤمن)[43] اس حدیث میں وضو پر دوام واستمرار کو مومن کی نشانیوں میں سے ایک نشانی بتایا گیا ہے۔

3. عبادات میں خشوع وخضوع اور اطمینان قلب ہونا:

اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن پاک میں نماز قائم کرنے کا حکم فرمایا ہے اور اقامتِ نماز کو ایسے نیک کاموں میں سے بیان فرمایا ہے جس سے پہلے کئے گئے گناہ وبداعمالیاں مٹائی جاتی ہیں اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے نیک اعمال پر استقامت کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ: (وَأَقِمِ الصَّلَاةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِنَ اللَّيْلِ إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ ذَلِكَ ذِكْرَى لِلذَّاكِرِينَ (114) وَاصْبِرْ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ)[44]

ہر مسلمان پر واجب ہے کہ وہ جب بھی کسی بدنی و مالی عبادت کا ارادہ کرے تو اس کو خالص اللہ تعالیٰ کے لیئے ہی کرے اور اسکا دل خشوع وخضوع سے بھرا ہو اور اس نیک عمل پر خوشی کا اظہار کرے اور مطمئن رہے اگر ایسا نہیں کرے گا تو

43- سنن ابن ماجه، كتاب الطهارة ، باب المحافظة على الوضوء، حديث رقم 277، ج1، ص101، المؤلف: ابن ماجة-وماجة اسم أبيه يزيد - أبو عبد الله محمد بن يزيد القزويني (المتوفى:273هـ)، المحقق: شعيب الأرنؤوط-عادل مرشد- محمَّد كامل قره بللي - عَبد اللّطيف حرز الله، الطبعة: الأولى، 1430هـ-2009م، الناشر: دار الرسالة العالمية.

44- هود:114-115

ممکن ہے کہ یہ نیک کام قبولیت کے درجے تک نہ پہنچے اور لوٹ کر اسکے منہ پر مارا جائے۔ جس طرح ایک شخص نے نماز صحیح طور پر ادا نہ کی تو نبی کریم ﷺ نے اس کو نماز لوٹا کر پڑھنے کا حکم دیا اور آخر کار اس شخص نے آپ ﷺ کو کہا کہ یا رسول اللہ مجھے نماز سکھائیں تو آپ کریم ﷺ نے اچھی طرح وضو کرنے کے بعد ہر رکن نماز کو آرام واطمینان سے ادا کرنے کا ارشاد فرمایا فرماتے ہوئے کہا: (إذا قمت إلى الصلاة فأسبغ الوضوء، ثم استقبل القبلة فكبر، ثم اقرأ بما تيسر معك من القرآن، ثم اركع حتى تطمئن راكعا، ثم ارفع حتى تستوي قائما، ثم اسجد حتى تطمئن ساجدا، ثم ارفع حتى تطمئن جالسا، ثم اسجد حتى تطمئن ساجدا، ثم ارفع حتى تطمئن جالسا، ثم افعل ذلك في صلاتك كلها)[45] اس حدیث مبارکہ میں نبی کریم ﷺ نے تمام نماز آرام واطمینان سے ادا کرنے کا حکم فرمایا ہے۔

اور اسی طرح خشوع و خضوع کے بارے میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے: (الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ) [46] اس آیت کی تفسیر میں علامہ طبریؒ فرماتے ہیں کہ: وہ لوگ جو اپنی نمازوں کو قائم کرتے ہیں اور جب قیام

45- (الجامع المسند الصحيح المختصر من أمور رسول الله صلى الله عليه وسلم وسننه وأيامه = صحيح البخاري،) كتاب الأذان – باب أمر النبي صلى الله عليه وسلم الذي لا يتم ركوعه بالإعادة، حديث رقم:793، 158/1، المؤلف: محمد بن إسماعيل أبو عبدالله البخاري الجعفي، المحقق: محمد زهير بن ناصر الناصر، الناشر: دار طوق النجاة الطبعة: الأولى، 1422ھ.

46- المؤمنون:2

فہرست ملاحظہ فرمائیں00

کرتے ہیں تو خشوع کے ساتھ قیام کرتے ہیں اور ان کا خشوع نماز کے دوران اللہ تبارک وتعالیٰ کے سامنے اس کی اطاعت کے لیئے تذلل یعنی جھکنا ہوتا ہے اور ان کے قیام سے مراد وہ تمام کام بجالانا ہے جن کا اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کو حکم فرمایا ہے۔ اور اس آیت کے سبب نزول میں بیان کیا جاتا ہے کہ جب لوگ نماز کے دوران آسمان کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھا کرتے تھے تو یہ آیت نازل ہوئی اور لوگوں کو اس عمل سے منع کیا گیا اور خشوع سے مراد یہ ہوگی کہ نماز میں اپنی آنکھوں کو ادب کے ساتھ نیچے رکھا جائے[47]۔

4. نماز میں احسان:

اللہ تبارک وتعالیٰ نے تمام مسلمانوں کو قرآن مجید میں جا بجا نماز قائم کرنے کا حکم دیا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے: (وَالَّذِينَ صَبَرُوا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَأَنْفَقُوا مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ سِرًّا وَعَلَانِيَةً وَيَدْرَءُونَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ أُولَئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ)[48]

اور نبی کریم ﷺ نے تمام عبادتوں اور نیک اعمال میں نماز کو اہم واعلیٰ قرار دیا ہے اور نماز کو اصلِ دین کہتے ہوئے فرمایا کہ: (الصلاة عماد الدين)[49] اور نماز کو آپ ﷺ نے آنکھوں کی ٹھنڈک قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ: (وجعل قرة عيني

47- تفسير الطبري: 694/19

48- الرعد: 22

49- شعب الإيمان، كتاب الصلاة، حديث2550، 300/4، أحمد بن الحسين، أبو بكر البيهقي (المتوفى: 458هـ) الطبعة: الأولى، 1423 هـ - 2003 م، الناشر: مكتبة الرشد للنشر والتوزيع بالرياض.

فہرست ملاحظہ فرمائیں OO

في الصلاۃ) [50] ایسے اہم اور اعلیٰ فریضے کے فرائض وواجبات اور سنن وآداب آپ کریم ﷺ نے اپنی امت کو سکھائے اور بتایا کہ نماز اسی طرح ادا کرو جس طرح تم مجھے نماز ادا کرتے ہوئے دیکھتے ہو ارشاد نبوی ہے: (صَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي)[51]

قرآن مجید میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمیں اقامتِ صلوٰۃ کا حکم فرمایا ہے

اور اقامتِ صلوٰۃ سے مراد یہ ہے کہ اس کو فرائض واجبات کے ساتھ ساتھ اس کے تمام تر ظاہری و باطنی آداب و مستحبات کا بھی لحاظ رکھا جائے۔ اور نماز کے باطنی آداب کا ایسا خیال رکھے کہ نماز میں اس کے لیئے شفا اور آنکھوں کی ٹھنڈک پیدا ہوجائے اور اس میں تمام تر دعائیں مقبولیت کے درجے کو پہنچ جائیں، اور نبی کریم ﷺ نے نماز کو آنکھوں کی ٹھنڈک قرار دیا ہے اور جس چیز میں آنکھوں کی ٹھنڈک وتسکین ہو تو اس سے محبت بڑھتی ہے اور بندہ اس سے جدا نہیں ہوتا اور اس سے باہر نہیں نکلے گا کیوں کہ اس کی تمام تر نعمتیں اس چیز میں سمائی ہوئی ہوتی ہیں اور اس چیز سے اس کی زندگی میں خوشی پیدا ہوتی ہے۔ اور بندے کو چاہیے کہ نماز کو ایسی حالت میں ادا کرے کہ اسکا قلب و ذہن دونوں نماز میں حاضر ہوں اور اس چیز کی فہم بھی ہو

50- المجتبى من السنن = السنن الصغرى للنسائي(سنن النسائي)ي، كتاب عشرة النساء، باب حب النساء، حديث:3939، 288/12، ، المؤلف: أبو عبد الرحمن أحمد بن شعيب بن علي الخراساني، النسائي (المتوفى: 303هـ)، تحقيق: عبد الفتاح أبو غدة، الناشر: مكتب المطبوعات الإسلامية – حلب، الطبعة: الثانية، 1406 – 1986

51- البخاري:كتاب الأدب، باب رحمة الناس والبهائم، حديث:6008، 9/8

فہرست ملاحظہ فرمائیں OO

کہ وہ نماز میں کونسی تسبیح وتلاوت کر رہاہے اور قرآن پاک کے کونسے احکام تلاوت کر رہاہے اور اپنے رب سے دعا میں کیا مانگ رہاہے۔ اگر یہ تمام چیزوں کو اچھی طرح پورا کرے گا تو اس سے دل میں خشوع و خضوع زیادہ ہوگا اور توجہ الی اللہ بھی زیادہ ہوگی اور بندہ اپنے رب کے قریب سے قریب تر ہوتا جائے گا۔

اور نماز میں احسان کی صورتوں میں سے یہ بھی ہے کہ نماز کو طہارتِ کاملہ کے ساتھ ادا کرے اور نماز باجماعت کو اپنے اوپر لازم کرلے اور اسکا حتی الوسعت اہتمام کرتا رہے ارشاد باری تعالیٰ ہے: (واركعوا مع الراكعين)[52] اس آیت سے مراد ہے کہ نماز ادا کرنے والوں (جماعت) کے ساتھ نماز ادا کرو[53]۔

اور نماز میں احسان کی صورت یہ بھی ہے کہ بندہ نماز کی حفاظت کرے اور نماز ادا کرنے پر استمرار کرے اور نمازوں کو ضایع نہ کرے جس طرح ارشاد باری تعالیٰ ہے: (وَالَّذِينَ هُمْ عَلَى صَلَوَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ)[54] اس آیت کی تفسیر میں آیا ہے کہ: (تحقیق فلاح پائی ایسے مؤمنوں نے) جو نمازوں کو اپنے مقررہ وقتوں پر ادا کرتے ہیں اور ان کی حفاظت کرتے ہیں اور اپنی نمازوں کو ضایع نہیں کرتے اور نہ ہی نماز کے

52- البقرة: 43

53- انظر: تفسير الكشاف عن حقائق غوامض التنزيل، ج1، ص133، ، المؤلف: أبو القاسم محمود بن عمرو بن أحمد، الزمخشري جار الله (المتوفى: 538هـ) الطبعة: الثالثة - 1407 هـ، الناشر: دار الكتاب العربي – بيروت.

54- المؤمنون:9

اوقات میں نماز کے سوا کسی اور چیز میں مشغول رہتے ہیں لیکن وہ نماز کی حفاظت کا بھرپور اہتمام کرتے ہوئے اچھی طرح ادا کرتے ہیں۔[55]

اگر ہم میں سی کوئی بھی ان چیزوں کو اپنی نمازوں کے دوران ملحوظِ خاطر رکھے اور ان پر صحیح طریقے سے عمل پیرا ہو تو یقینا اس کی نماز فائدہ مند ہوگی اور اس کی نماز اسے برے اور بے حیائی کے کاموں سے روکنے والی ہوگی جس طرح ارشاد باری تعالیٰ میں ہے: (ان الصلاة تنهى عن الفحشاء والمنكر والبغي)[56] اور اس کی نماز اسکی حفاظت کے لیئے دعا مانگے گی چنانچہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ: "إذا أحسن الرجل الصلاة فأتم ركوعها وسجودها، قالت الصلاة: حفظك الله كما حفظتني"[57].

جب بھی کسی نمازی کو نماز سے کوئی فائدہ یا تزکیہ نفس اور اطمینان قلبی حاصل ہو اور اس کی نماز اسے برے اور بے حیائی کے کاموں سے بچائے تو اس نمازی پر لازم ہے کہ وہ ایسے فوائد کو لوگوں تک پہنچائے اور عام کرے اور لوگوں کو نماز جیسے اچھے کاموں پر ابھارے اور خصوصاً اپنے اہل واولاد کو نماز کا حکم دے تاکہ اس کا گھر اور اس کے ارد گرد کا ماحول اطمینان اور سکون کی جگہ بن سکے۔

55- انظر: تفسير الطبري، ج19/ص20

56- العنكبوت:45

57 - مسند أبي داود الطيالسي، حديث:1،479/586. - المؤلف: أبو داود سليمان بن داود بن الجارود الطيالسي البصرى (المتوفى: 204هـ)، المحقق: الدكتور محمد بن عبد المحسن التركي، الناشر: دار هجر – مصر، الطبعة: الأولى، 1419 هـ - 1999 م.

فہرست ملاحظہ فرمائیں00

5. روزہ میں احسان:

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہم پر روزے فرض کئے ہیں فرمانِ باری تعالیٰ ہے: (يأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ)[58] اور نبی اکرم ﷺ نے بھی روزہ ادا کرنے کی تاکید فرمائی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ نبی کریم ﷺ نے یہ بات واضح طور پر بیان فرمادی ہے کہ نفسانی خواہشات سے دور رہنا اور شہوات بدنیہ سے بچنا روزہ نہیں بلکہ روزہ داروں کے اخلاق اور صفات خاصہ سے متصف ہونا روزے کا اصل مقصد اور مراد ہے۔ اور ہمیں چاہیے کہ ہم روزے میں ہم ہر قسم کی چغل خوری، غیبت، جھوٹ اور بہتان وغیرہ جیسی رذیل اور گری ہوئی اور مذموم صفات سے بھی پرہیز کرتے رہیں۔ نبی کریم ﷺ نے ایسے آدمی کے لیئے جو روزے میں کھانے پینے کی اشیاء کے علاوہ کسی اور اخلاقی برائی سے پرہیز نہیں کرتا؛ فرمایا ہے: "رُبَّ صائمٍ حظُّه من صيامه الجوع والعطش"[59]

اور روزہ میں احسان کرنا یہ ہے کہ بندہ بہتان، جھوٹ سے حتی الوسعت پرہیز کرے اور برائی وبے حیائی سے بھی کنارہ کشی کرتا رہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی

58- البقرة:183

59- مسند أحمد رقم الحديث:8501، 445/14

فہرست ملاحظہ فرمائیں00

اللہ عنہ سے روایت ہے نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: «من لم يدع قول الزور والعمل به، فليس لله حاجة في أن يدع طعامه وشرابه»[60]

اس حدیث مبارکہ کی شرح میں عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری میں علامہ بدرالدین عینی رقم طراز ہیں کہ: جو شخص قولِ زور (یعنی: جھوٹ، بہتان، حق سے کنارہ کشی اور باطل پر عمل کرنا) کو نہ چھوڑے اور اگر بندہ روزے کی حالت میں بھی (ایسے گرے ہوئے اخلاقی اعمال) کرتا ہے جو اکبر الکبائر ہیں، تو وہ روزہ رکھ کہ کیا کر رہا ہے (یعنی اسے روزہ رکھ کر بھوکا پیاسا رہنے سے کچھ حاصل نہیں ہوگا)[61]۔

اور روزے میں احسان یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کی صفات سے متصف ہو جائے، کیونکہ روزہ کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ بندہ شہوات اور برائی سے بچنے کی جد و جہد کرتا ہے اور کھانا کم کھاتا ہے تاکہ اگر وہ امیر ہے تو اسے فقراء کی بھوک وپیاس کا علم ہو اور اگر بندہ امیر ہے تو اسے مسکین و یتیم کے احوال سے واقفیت ہو سکے۔ اور امراء کے دل میں غرباء ومساکین کی بھوک وپیاس کا احساس پیدا ہو اور جب یہ احسان امراء میں

60-البخاري، كتاب الصوم، باب باب من لم يدع قول الزور، والعمل به في الصوم، حديث رقم: 1903، 26/3، المؤلف: محمد بن إسماعيل أبو عبدالله البخاري الجعفي، المحقق: محمد زهير بن ناصر الناصر، الناشر: دار طوق النجاة الطبعة: الأولى، 1422هـ.

61-عمدة القاري شرح صحيح البخاري، المؤلف: أبو محمد محمود بن أحمد بن موسى بن أحمد بن حسين الغيتابى الحنفى بدر الدين العينى (المتوفى: 855هـ)، ج10، ص276، الناشر: دار إحياء التراث العربي – بيروت.

پیدا ہو جائے گا تو وہ مسکین و مجبور اور تنگدست لوگوں کی مدد و ہمدردی کے لیئے جلدی کریں گے اور روزہ خصوصی طور پر ایثار کا درس بھی دیتا ہے۔

6. زکاۃ وصدقات میں احسان کی صورتیں:

اللہ تبارک وتعالیٰ نے مسلمانوں کو اچھے کاموں پر اکسایا ہے اور خصوصاً مال خرچ کرنے کی ترغیب دی ہے اور اس ترغیب کے سلسلے میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے صاحبِ حیثیت لوگوں پر زکاۃ ادا کرنا فرض فرمایا ہے اور قرآن پاک میں زکاۃ کے حکم کو نماز کے حکم کے ساتھ ساتھ ہی بیان کیا گیا جس سے دین میں زکاۃ کی خصوصی اہمیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے زکاۃ وصدقات کے ادا کرنے کے بعد مستحقین پر احسان جتانے اور ان پر ظلم وزیادتی کرنے سے منع بھی فرمایا ہے چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: (الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُونَ مَا أَنْفَقُوا مَنًّا وَلَا أَذًى لَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ، قَوْلٌ مَعْرُوفٌ وَمَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِنْ صَدَقَةٍ يَتْبَعُهَا أَذًى وَاللَّهُ غَنِيٌّ حَلِيمٌ)[62]

زکاۃ میں احسان سے مراد یہ ہے کہ: اگر مال وملکیت کئی قسموں پر مشتمل ہو توان میں سے اچھی قسم، اچھی چیز اور اچھی جنس اللہ تعالیٰ کی راہ میں دینا احسان میں شمار ہوگا۔ اور خصوصی طور پر جب بھی بندہ زکاۃ ادا کرے تو پاک مال ہی سے زکاۃ کی ادائگی کرے کیونکہ اللہ پاک ہے اور وہ پاک چیزوں کو پسند فرماتا ہے: ارشادِ باری تعالیٰ

62- البقرۃ: 262-263

فہرست ملاحظہ فرمائیں 00

ہے: يٰأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنْفِقُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّا أَخْرَجْنَا لَكُمْ مِنَ الْأَرْضِ وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيثَ مِنْهُ تُنْفِقُونَ وَلَسْتُمْ بِآخِذِيهِ إِلَّا أَنْ تُغْمِضُوا فِيهِ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيدٌ)[63]

امام جریر الطبریؒ نے اس آیت کے تحت ایک روایت ذکر کی ہے کہ:
حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم سے (اس آیت کی تفسیر اور شانِ نزول کے بارے میں) پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ آیت احکامِ زکاۃ میں نازل ہوئی اور ایک شخص جب باغ سے کھجور اتارتا تھا تو اس میں سے اعلیٰ قسم کی کھجور الگ کر کے ایک طرف کر دیتا تھا اور جب کوئی سائل اس سے صدقہ لینے آتا تھا تو وہ ادنی قسم کی کھجور میں سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں صدقہ دیتا تھا تو اس پر اللہ تعالیٰ کا یہ حکم نازل ہوا۔[64]

اور جب بھی بندہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی راہ میں کچھ صدقہ ادا کرے یا زکاۃ ادا کرے تو اس کی نیت خالصۃً طلبِ رضاءِ رب العالمیں اور حبِ رب العالمیں کا طلبگار ہو ارشادِ باری تعالیٰ ہے: (وَآتَى الْمَالَ عَلَى حُبِّهِ)[65] اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: (وَمَثَلُ الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَتَثْبِيتًا مِنْ أَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍ بِرَبْوَةٍ أَصَابَهَا وَابِلٌ فَآتَتْ أُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ فَإِنْ لَمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ)[66] اور بہتر اور احسن طریقہ یہ ہے کہ بندہ اپنی زکاۃ خود اپنے ہاتھ سے ادا کرے۔

63- البقرة:267
64- انظر: تفسير الطبري:ج5، ص561
65- البقرة: 177
66- البقرة: 262

فہرست ملاحظہ فرمائیں00

اور زکاۃ ادا کرنے میں احسان کی صورت یہ بھی ہے کہ جس شہر وملک میں اس کی سکونت ہے تو زکاۃ بھی اسی شہر وملک کے لوگوں کو ادا کرے کیونکہ اس علاقہ کے فقراء ومساکین زیادہ حقدار ہیں اور اس سے ادائگی میں بھی آسانی ہو جاتی ہے۔ اور قرب وجوار میں رہنے والوں کو زکاۃ ادا کرنا دور کے رہائشیوں کو دینے سے نسبتاً زیادہ بہتر ہے باوجود اس کے کہ زکاۃ کا مال دوسرے شہر وملک منتقل کرنا (شرعی مصلحت کہ تحت) جائز ہے۔ کیونکہ زکاۃ ادا کرنے کا اصل مقصد اور ہدف اولین بخل اور کنجوسی سے بچنا ہے اور مساکین وفقراء کی حاجت کشائی کرنا ہے اور دین کی حفاظت اور اس کی ساری دنیا میں اشاعت وترویج کرنا ہے۔ اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن مجید میں مستحقین کا ذکر کرتے کوئی بھی علاقائی قید نہیں لگائی ارشاد باری تعالیٰ ہے: (إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ وَابْنِ السَّبِيلِ فَرِيضَةً مِنَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ)[67]

زکاۃ میں احسان یہ بھی ہے کہ جس وقت زکاۃ واجب ہو تو اس کی ادائگی میں کسی قسم کی تاخیر نہ برتی جائے کیونکہ جو شخص اس کی ادائگی میں تاخیر برتتا ہے تو وہ اپنے اوپر ظلم کرتا ہے۔ اس کے علاوہ زکاۃ کی ادائگی میں تاخیر اللہ تبارک وتعالیٰ کے احکامات کی نافرمانی ہے اور اس پر بروزِ قیامت سختی کا بھی اندیشہ ہے۔ نبی کریم ﷺ نے زکاۃ کی تعریف میں فرمایا کہ زکاۃ مال کے حقوق میں سے ہے اور یہ بندے کے اوپر

67- التوبۃ:60

قرض کی ادائگی کی طرح ہے، اور نبی کریم ﷺ نے اس کے واجب ہونے پر فوراً اس کی ادائگی کا حکم دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ: (فدين الله أحق أن يقضى)[68] اور زکاۃ دوسرے اچھے اعمال ہی کی طرح ہے، اور اچھے اعمال میں سے ایک اچھا عمل ہے، اور اچھے اعمال کو جتنا ہو سکے جلد ادا کرنا افضل ہے، اور واجبات میں اصول ہے کہ ان کو فوراً ادا کیا جائے۔ تو صاحبِ نصاب کو چاہئے کہ جب سال مکمل ہو اور زکاۃ واجب ہو جائے تو فوراً ادائگی کرنا شروع کردے۔

اور اگر لوگوں میں مفلسی وغربت زیادہ ہو جائے اور مسلمانوں پر کوئی مصیبت یا سخت حاجت پیش آئے مثلا: زلزلہ، سیلاب، فاقہ کشی وغیرہ تو اس حالت میں زکاۃ کی ادائگی وقت سے پہلے اور ایسے بہترین موقعہ پر کرنا افضل قرار دیا گیا ہے۔ کیونکہ ایسے موقعہ پر زکاۃ زیادہ نفعہ بخش ہوتی ہے اور اس کا ثواب بھی عظیم ہو جاتا ہے۔

زکاۃ چونکہ ایک ایسا عمل ہے جس کا تعلق مال وملکیت کے ساتھ ہے تو زکاۃ میں بہتر اور احسن طریقہ یہ ہے کہ زکاۃ ادا کرتے ہوئے مستحق اور سائل پر کسی قسم کا احسان نہ جتائے اور نہ ہی اس پر کوئی ظلم وزیادتی کرے۔ زکاۃ ادا کرنے کے بعد اس کا ذکر بھی نہ کرے اور نہ ہی لوگوں کو بتاتا پھرے اور نہ ہی تکبر میں مبتلا ہو۔ اور نہ ہی

68- البخاري، كتاب الصوم؛ باب: من مات وعليه الصوم، ج3، ص35، حديث رقم: 1953

فہرست ملاحظہ فرمائیں00

سائل اور مستحق کو تنقید اور تحقیر کا نشانہ بنائے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: (يَأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُبْطِلُوا صَدَقَاتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْأَذَى)[69]

زکاۃ اور صدقات میں یہ بھی احسان کی صورت ہے کہ بندہ اس کی ادائگی کے عمل کو خفیہ رکھے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: (وَإِنْ تُخْفُوهَا وَتُؤْتُوهَا الْفُقَرَاءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَكُمْ)[70] اور صدقہ ادا کرنے میں سنت نبوی میں بھی یہی درس ملتا ہے کہ صدقہ اتنا سری طور پر ادا کیا جائے کہ الٹے ہاتھ کو بھی پتہ نہ چلے جو سیدھے ہاتھ سے ادا کیا جائے [71]۔ سری طور پر صدقہ وزکاۃ دینے کے کئی فوائد ہیں مثلًا: سری طور پر صدقہ وزکاۃ ادا کرنے سے بندہ تکبر اور ریاء جیسی مہلک اخلاقی برائیوں سے دور رہتا ہے اور یہ ایسی بری صفات ہیں جو اعمال بار بار اور سرے سے ختم کر دیتی ہیں۔ اور اگر بندہ اعلانیہ طور پر لوگوں کو اس عملِ نیک کی ترغیب اور تربیت کے لیئے زکاۃ ادا کر رہا ہے تو اس کا مقصد اور ہدف رضائے الٰہی اور مستحقین کی حاجت روائی ہی ہو یہ طریقہ بھی خیر وبرکت سے خالی نہیں۔ کیونکہ قرآن پاک میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے سری اور اعلانیہ دونوں طریقوں سے زکاۃ وصدقات ادا کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

69- البقرة:264

70- البقرہ:271

71- البخاري، كتاب الزكاة، باب الصدقة باليمين، حديث1423، ص111/2

فہرست ملاحظہ فرمائیں00

(الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَعَلَانِيَةً فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ)[72].

7. حج میں احسان:

اللہ تبارک وتعالیٰ نے حج تمام ایسے صاحبِ حیثیت لوگوں پر فرض کیا ہے جو حج کے معقول اخراجات برداشت کرسکتے ہوں اور فرضیت حج سن 9ہجری میں ہوئی۔ حضور نبی کریم ﷺ نے ہجرت کے بعد فقط ایک ہی حج کیا جو کہ حجِ اکبر اور حجۃ الوداع کے ناموں سے مشہور ہے۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے: (الْحَجُّ أَشْهُرٌ مَعْلُومَاتٌ فَمَنْ فَرَضَ فِيهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ وَمَا تَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ يَعْلَمْهُ اللَّهُ وَتَزَوَّدُوا فَإِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوَى وَاتَّقُونِ يَاأُولِي الْأَلْبَابِ).[73]

حج کی اہمیت اور فضائل میں جو احادیث وارد ہوئی ہیں ان میں سے ایک میں حضرت ابو ہریرہ-رضی اللہ عنہ-روایت کرتے ہیں کہ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم يَقُولُ» مَنْ حَجَّ؟، فَلَمْ يَرْفُثْ وَلَمْ يَفْسُقْ، رَجَعَ كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ[74] (متفق عليه.) یعنی جس شخص نے حج کیا اور اس دوران اس نے کوئی گناہ کا کام نہ کیا تو وہ اس طرح حج سے واپس لوٹا جیسا کہ اس کو اس کی ماں نے جنا تھا (یعنی اس کے تمام گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں)۔

72- البقرہ:271

73- البقرۃ:197

74- البخاری، کتاب الحج، باب فضل حج المبرور، ج2، ص133، حديث رقم:1521.

حج میں احسان کی درج ذیل صورتیں ہوتی ہیں:

حج اسلامی بھائی چارے اور اخوت کا عملی نمونہ اور مظہر ہوتا ہے تو حج کے دوران کسی قسم کی بھی تفریق چاہے وہ جنس کی ہو یا رنگ و نسل کی ہو یا لغات و وطن اور طبقات کی ہو دور رہا جائے اور حج کا مقصد ایسی تفریقیں مٹانا ہے نہ کہ ایسی تفریقوں کا فروغ اور ترویج دینا۔ اور حج کا مقصد بندگی کی حقیقت تک پہنچنا ہے اور ایمانی اور اسلامی بھائی چارے کی ترویج اور حصول ہے۔ اسی لیئے تمام کے تمام حاجی صاحبان ایک ہی لباس میں ہوتے ہیں۔ اور ایک ہی طرف (کعبہ کی طرف) متوجہ ہوتے ہیں۔ اور ایک ہی رب (اللہ واحد ویکتا) کی عبادت کرتے ہیں۔ اور حاجی کو چاہئے کہ جب بھی کسی دوسرے مسلمان بھائی کو کسی مصیبت و مشکل میں پائے تو اسے حتی الوسعت حل کرنے کے ساتھ ساتھ مدد اور ہمدردی کی بھی بھرپور کوشش کرتا رہے۔

حج کا فریضہ ایسا فریضہ ہے جس سے بندے کے اندر ایک عجیب ایمانی قوت پیدا ہو جاتی ہے جس سے اعمالِ صالحہ کرنے کی قوت میں بھی زیادتی آجاتی ہے۔ اور حج کا فریضہ ادا کرنے سے حاجی کے اندر صبر، تواضع، رحمت جیسی عظیم صفات پیدا ہو جاتی ہیں اور اس کے دل میں قیامت کے دن کا منظر استقرار پا جاتا ہے اور حج میں بندہ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں لذت پاتا ہے، اور اپنے رب کی عظمت کی معرفت بھی حاصل کرتا ہے اور یہ بھی اچھی طرح جان لیتا ہے کہ تمام خلائق کا مرجع اور رب فقط اور فقط اللہ جل شانہ ہی ہے۔ حاجی کو چاہیے کہ وہ حج کے دوران پیش آمدہ مسائل و مشاکل پر

فہرست ملاحظہ فرمائیں00

صبر کرتا رہے اور بردباری اختیار کرے اور جب بھی اسے کسی دوسرے حاجی سے کوئی تکلیف پہنچے تو اس کے ساتھ رحمت اور شفقت کے ساتھ ہی پیش آئے۔ جب حاجی حج کر کے واپس آئے تو اسے چاہئے کہ ایسے صفاتِ حمیدہ پر بقیہ تمام زندگی متصف رہے اور اپنے سماج میں ایک مفید فرد کی حیثیت سے زندگی بسر کرے۔

حج چونکہ اظہارِ عبودیت اور اللہ رب العالمین کی شکر ادائی کے لیئے ہے، تو حاجی جب احرام پہنتا ہے تو اس کا مقصد اللہ رب العزت کے سامنے اپنی حقارت اور تذلیل کا اظہار ہوتا ہے اور اپنے مالک و مولیٰ کے سامنے اس کی رحمت و مغفرت کا طلبگار ہوتا ہے، اور جب عرفہ کے میدان میں جب وقوف کرتا ہے تو ایسے کھڑا رہتا ہے جیسے کسی غلام نے اپنے آقا کی نافرمانی کی ہو اور وہ اپنے مالک و مولیٰ کی تعظیم وتوقیر، اور عظمت و حمد بیان کرتا رہتا ہے اور مغفرت کی طلب کرتا رہتا ہے۔ اسی طرح جب بندہ طواف کرتا ہے تو وہ ایسے فقیر و مسکین کی شکل میں ہوتا ہے جو اپنے آقا و مولی کے در پر چکر کاٹتا ہے اور اس کے ہاتھ میں کچھ نہیں ہوتا یہاں تک کہ اس کا آقا و مولی اسے کچھ عطا کرتا ہے اور اس کی حاجت پوری کرتا ہے اور اسے بخش دیتا ہے۔ اور حج کے دوران بندہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے نیک بندوں خصوصا انبیاء و مرسلین کی عبادت اور انکی دعوت اور انکے اخلاقِ حمیدہ اور انکے جہاد اور انکے صبر اور رحمت کو یاد کرتا ہے اور روتا ہی رہتا ہے اور رب کریم سے مغفرت طلب کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اس کا رب اسے بخش دیتا ہے۔

فہرست ملاحظہ فرمائیں00

کیونکہ حج ثواب کمانے اور گناہ بخشوانے اور نزولِ رحمت کا ایک عظیم موسم ہوتا ہے اور اللہ پاک اپنے بندوں کو بخش دیتا ہے اور انکی توبہ قبول کرتا ہے اور بندہ حج سے واپس ہوتے ہوئے گناہوں سے اس طرح پاک ہو جاتا ہے جیسے ماں کے پیٹ سے ابھی نکلا ہو۔ان چیزوں کو مدِ نظر رکھتے ہوئے حاجی کو چاہیے حج کے بعد تمام تر زندگی اپنی توبہ پر قائم رہے اور اسکی حفاظت اور اس کا احترام کرتا رہے اور برائی سے حتی الوسعت دور رہنے کی کوشش کرتا رہے۔

حاجی پر یہ بھی لازم ہے کہ جب حج مکمل ہو جائے یا حج سے پہلے جب بھی ممکن ہو زیارتِ نبی ﷺ کے لیئے اور مسجدِ نبوی کی زیارت کے لیئے مدینہ منورہ بھی جائے اور یہ ایسا عمل ہے جس کو علماء نے تقرب الی اللہ کے افضل ترین اعمال میں شمار کیا ہے۔امام ابن ہمام کے نزدیک اعلیٰ وافضل طریقہ برائے زیارتِ نبی ﷺ یہ ہے کہ : بندہ زیارت کے لیئے علٰحدہ اور خصوصی سفر اختیار کرے جس میں اس کا کوئی اور مقصد نہ ہو کیونکہ اس میں نبی کریم ﷺ کی تعظیم ہے اور یہ ہی وہ طریقہ ہے جو نبی کریم ﷺ کی شان کے عین مطابق وموافق ہے[75]۔اور اس بات کی موافقت میں ایک حدیث ہے جس میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا: من جاءنی زائرا لاتحمله حاجة إلا زيارتي كان حقا عليّ أن أكون شفيعا له يوم القيامة- یعنی جو شخص میری زیارت کرنے

75- انظر: الإصباح شرح نور الإيضاح، ص274-281، للشيخ محمد إعزاز على المتوفى:1374م، الطبعة الأولى:2010م، مكتبة البشرى كراتشي، باكستان.

فہرست ملاحظہ فرمائیں00

آیا اور اس کی نیت اس کے علاوہ کوئی اور نہیں تو مجھ محمد ﷺ پر واجب ہے کہ میں یومِ قیامت اس کا شفیع بنوں۔

اور نبی اکرم ﷺ نے ایسے شخص کو جو حج تو کرلے لیکن زیارتِ نبی ﷺ نہ کرے اس کو بے وفالوگوں میں شمار کیا ہے فرمایا: (من حج البيت ولم يزرني فقد جفاني) [76]

اور احادیث میں وارد ہوا ہے کہ ایمان اس مدینہ شہر کی طرف کھنچا چلا آتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اہلِ ایمان مدینہ شہر کی محبت اور برکت کی وجہ سے اس کی زیارت کا ارادہ اور شوق رکھتے ہیں۔ فرمان ہے: إِنَّ الإِيمَانَ لَيَأْرِزُ إِلَى المَدِينَةِ، كَمَا تَأْرِزُ الحَيَّةُ إِلَى جُحْرِهَا. [77]

زائرِ طیبہ کو چاہیئے کہ وہ نبی کریم ﷺ اور شہرِ نبی کے آداب سے ایک پل بھی غافل نہ رہے۔ اور اہلِ مدینہ کے ساتھ اچھی طرح محبت اور رحمت سے پیش آئے کیونکہ حدیث میں ایسے لوگوں کے لیئے سخت وعید بیان ہوئی ہے جو اہلِ مدینہ کے ساتھ فقط برائی کا ارادہ بھی رکھتے ہوں۔ ارشاد ہے: وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قالَ:

76- نقلا عن الدر المنثور 569/1، رواه ابن عدى بسند حسن.

77- البخاري: كتاب فضائل المدينة، باب الإيمان يأرز إلى المدينة، حديث 1876، 21/3

قَالَ رَسُولُ الله صلى الله عليه وسلم :مَنْ أَرَادَ أَهْلَهَا بِسُوءٍ يُرِيدُ المِدِينَةَ أَذَابَهُ اللهُ كَمَا يَذُوبُ المِلْحُ فِي الماءِ.[78]

زائرِ کو چاہیے کہ وہ نبی کریم ﷺ پر درود شریف کی کثرت کرے کیونکہ بیشک نبی کریم ﷺ صلاۃ وسلام کو سنتے ہیں اور آپ تک پہنچایا بھی جاتا ہے اور آپ اس صلاۃ وسلام کا جواب بھی عنایت فرماتے ہیں۔ چنانچہ حدیث میں ارشاد ہے کہ : (ما من أحد يسلم علي إلا رد الله علي روحي حتى أرد عليه السلام)[79] اور زائر کو چاہیے کہ وہ ہر لحظہ وہر پل ادب کا لحاظ رکھے۔امام نوویؒ آدابِ بارگاہِ نبوی فرماتے ہیں رقمطراز ہیں کہ : "وَيَقِفُ نَاظِرًا إِلَى أَسْفَلِ مَا يَسْتَقْبِلُهُ مِنْ جِدَارِ الْقَبْرِ غَاضَّ الطَّرْفِ فِي مَقَامِ الْهَيْبَةِ وَالْإِجْلَالِ فَارِغَ الْقَلْبِ مِنْ عَلَائِقِ الدُّنْيَا مُسْتَحْضِرًا فِي قَلْبِهِ جَلَالَةَ مَوْقِفِهِ وَمَنْزِلَةَ مَنْ هُوَ بِحَضْرَتِهِ ثُمَّ يُسَلِّمُ وَلَا يَرْفَعُ صَوْتَهُ بَلْ يَقْصِدُ فَيَقُولُ السَّلَامُ عَلَيْك يَا رَسُولَ اللَّهِ السَّلَامُ عَلَيْك يَا نَبِيَّ اللَّهِ....وبعده ذكر السلام والدعاء الطويلتين؛ يقول النووي: وَمَنْ طَالَ عَلَيْهِ هَذَا كُلُّهُ اقْتَصَرَ عَلَى بَعْضِهِ وَأَقَلُّهُ السَّلَامُ عَلَيْك يَا رسول الله صلى الله عليك وَسَلَّمَ وَجَاءَ عَنْ ابْنِ عُمَرَ وَغَيْرِهِ مِنْ السَّلَفِ الِاقْتِصَارُ جِدًّا فَعَنْ ابْنِ عُمَرَ مَا ذَكَرْنَاهُ عَنْهُ قَرِيبًا وَعَنْ مَالِكٍ يَقُولُ السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ"[80] یعنی: نبی کریم ﷺ کی قبر اطہر کی طرف

78- مسلم، كتاب الحج، باب من أراد أهل المدينة بسوء أذابه الله، حديث رقم:1386، 1007/2.
79- سنن أبي داؤد، كتاب المناسك، باب زيارة القبور، حديث:2041، 218/2
80- المجموع:275-274/8

رخ کرے اور نظروں کو جھکائے رکھے اور دل میں (بے ادبی) سے بچنے کا خوف وہیبت ہو اور نبی کریم ﷺ کے خیال اور فکر، اور آپ کی منزل و مرتبہ اور شان و شوکت کو اپنے دل میں یاد کرے اور اس کے علاوہ تمام تر مخلوقات کی سوچ کو دل سے نکال دے اور نبی کریم ﷺ کے حضور سلام کرے اور سلام کرنے میں بھی آواز کو (بے ادبی کے خوف سے) بلند نہ کرے اور کہے اے اللہ کے رسول! آپ پر سلام ہو، اے اللہ کے نبی! آپ پر سلام ہو۔ امام نوویؒ نے طویل سلام ذکر کیا ہے اور ایک دعا ذکر کی ہے اور اس کے بعد فرماتے ہیں: جس پر یہ سب پڑھنا مشکل ہو اسے چاہئے کہ وہ اسے مختصر کر دے اور فقط کہے اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ پر سلام ہو اور صحابہ اور سلف سے اس سے بھی زیادہ اختصار ذکر ہوا ہے وہ یہ کہ کہے: اے اللہ کے نبی آپ پر سلام ہو اور آپ پر اللہ کی رحمت وبرکت ہو[81]۔

اس کے بعد سیدھے ہاتھ پر ایک قدم چلے اور نبی کریم ﷺ کے صاحبین (حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما) پر بھی سلام کرے اور اس کے بعد بقیع کی زیارت کے لیئے جائے اور سید الشہداء حضرت حمزہ اور حضرت عباس اور امام حسن اور باقی آلِ رسول اور حضرت عثمان بن عفان اور نبی کریم ﷺ کے بیٹے حضرت ابراہیم اور نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات اور آپ ﷺ کی پوپھی بی بی

81- المجموع:8/274-275

صفیہ اور باقی صحابہ وتابعین کی زیارت کی جائے۔ اور جتنا ہوسکے قرآن پاک پڑھے اور ان تمام مؤمنین کی طرف ھدیہ کردے۔ رضی اللہ عنہم اجمعین۔

8. جہاد میں احسان کی صورتین:

ہجرتِ مدینہ کے بعد جب دشمنوں نے زیادتیاں شروع کیں تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ اور مؤمنوں کو جہاد کرنے کی اجازت عنایت فرمائی۔ اور یہ اجازت ان لوگوں کے خلاف جہاد کرنے کی تھی جنہوں نے مسلمانوں پر ظلم وزیادتیاں ڈھائی تھیں اور ان کو ان کے اپنے ہی گھروں (مکہ مکرمہ) سے جبراً نکلنے پر مجبور کیا تھا۔ اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ اجازت فقط مؤمنین کی جانوں اور مال کے دفاع کے لیئے دی۔ اس کے بعد اللہ تبارک وتعالیٰ نے تمام تر مشرکین سے قتال کا حکم فرمایا تاکہ جو بھی اسلام کی طرف مائل ہے اس کے لئے آسانی کے دروازے کھلتے جائیں اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے: (وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِينَ كَافَّةً كَمَا يُقَاتِلُونَكُمْ كَافَّةً وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ) [82].

نبی کریم ﷺ کو اللہ کی طرف سے جہاد کرنے کا حکم ہوا یہاں تک کہ وہ اللہ کی وحدانیت اور رسول کی حقانیت کی گواہی دیں، اور نماز قائم کریں اور زکاۃ ادا کریں اگر ایسا کریں گے تو انکا خون اور مال دونوں محفوظ رہیں گے۔ چنانچہ ارشاد نبوی

82- التوبة:36

ہے: «أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَشْهَدُوا أَنْ لا إِلَهَ إِلا اللهُ وَأَنَّ مُحَمَّداً رَسُولُ اللهِ، وَيُقِيمُوا الصَّلاةَ، وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ، فَإِذَا فَعَلُوا ذَلِكَ عَصَمُوا مِنِّي دِمَاءَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ إِلا بِحَقِّ الإِسْلامِ، وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللهِ»(83).

فرضیت جہاد کی حکمت یہ تھی کہ کلمہ حق کی سربلندی ہو اور لوگوں کو کفر وشرک کے اندھیروں سے نکال کر نورِ اسلام کی طرف لایا جائے اور لوگوں تک دعوتِ حق پہنچائی جائے اور عدل کا قیام اور ظلم کا خاتمہ ہو اور مظلوم مسلمانوں کی مددگاری ہوسکے اور ظالم اعداء کے حملوں اور انکے مقاصدِ شر کو پسپا کیا جاسکے، اور جہاد کی حکمتوں مین یہ بھی تھا کہ مؤمنین کا امتحان اور انکی پہچان کی جائے کہ ان میں کونسے سچے اور کونسے جھوٹے اور کونسے سچے مؤمن اور کونسے منافق شامل ہیں اور یہ بھی واضح ہوجائے کہ کون زیادہ تکالیف اور مشاکل برداشت کرکے صبر پر استقامت کرتا ہے۔

اور جہاد میں احسان کی صورتوں میں یہ ہے کہ مجاہدِ حق کو چاہیئے کو وہ کاملًا اللہ تعالیٰ پر توکل کرے اور پرہیزگاری اختیار کرے، اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی نصرت مدد کا ہمیشہ طلبگار رہے اور اور اپنے کام میں صبر توکل کے ساتھ خلوص بھی پیدا کرے اور ذکر اللہ اور تکبیر میں کثرت کرے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے: (إِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ أَنِّي مُمِدُّكُم بِأَلْفٍ مِنَ الْمَلَائِكَةِ مُرْدِفِينَ، وَمَا جَعَلَهُ اللَّهُ إِلَّا بُشْرَى

83- البخاري 14/1 حديث رقم:25؛ ومسلم 53/1، حديث رقم 22

فہرست ملاحظہ فرمائیں00

وَلِتَطْمَئِنَّ بِهِ قُلُوبُكُمْ وَمَا النَّصْرُ إِلَّا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ)[84] وقال: {إِنْ يَنْصُرْكُمُ اللَّهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ وَإِنْ يَخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِي يَنْصُرُكُمْ مِنْ بَعْدِهِ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ)

[85]

اور جہاد میں احسان یہ بھی ہے کہ مجاہدِ حق گناہوں سے دور رہے، کیونکہ کثرتِ گناہ کی وجہ سے کفار مسلمانوں پر مسلط ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ تکبر اور ریاء جیسے حقیر صفات سے بھی اجتناب کرتے ہوئے اپنی صفوں میں اتحاد اور اتفاق کو یقینی بنایا جائے اور لازماً تفریق اور اختلاف سے پرہیز کرنی چاہیئے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: {يأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا لَقِيتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوا وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ، وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ وَاصْبِرُوا إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ ، وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ خَرَجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ بَطَرًا وَرِئَاءَ النَّاسِ وَيَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَاللَّهُ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطٌ).[86]

اور جہاد کے لیئے علماء کرام نے فرمایا ہے کہ کفار و مشرکین کے خلاف جہاد سے پہلے دعوتِ اسلام پہنچانا لازمی امر ہے اگر اسلام کو قبول نہ کریں اور جزیہ دینے سے بھی انکاری ہوں تو پھر قتال اور جہاد کا حکم ہوگا وہ بھی حاکمِ وقت ہی کی طرف

84- الأنفال: 9 - 10

85- آل عمران: 160

86- الأنفال: 45 - 47

فہرست ملاحظہ فرمائیں00

سے ہو گا۔ارشادِ باری تعاہے ہے: (ثُمَّ ادْعُهُمْ إلى الإِسْلامِ، فإنْ أجَابُوكَ فاقْبَلْ مِنْهُمْ وكُفَّ عَنْهُمْ)[87]

اور جہاد میں احسان یہ بھی ہے کہ مجاہدِ حق اللہ تعالیٰ سے عافیت کا طلبگار رہے اور کسی بھی انسان، جانور اور درخت وغیرہ کو نہ جلایا جائے۔اور خصوصی طور پر عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کے قتل سے بھی پرہیز کی جائے اور جو کوئی مسلمانوں کے خلاف لڑنے سے رکا رہے تو اس کے خلاف بھی جہاد نہیں کیا جائے گا خصوصا راہب وغیرہ اگروہ بھی جنگ کریں، یا لوگوں کو جنگ کرنے پر اکسائیں یا ترغیب دیں یا وہ جنگ کے لیئے تدبیر وغیرہ میں شریک ہیں تو ایسے لوگوں کے خلاف بھی جہاد کرنا جائز ہے۔

اور جنگ میں دشمن کو گمراہ کرنے کے لیئے تدبیر کرنا یا چال چلنا (دوکھا دینا) اور سری طور پر مخصوص (حکمت عملی، پالیسی) چال چلنا بھی جائز ہے مگر اس شرط کے ساتھ کہ اس میں کوئی وعدہ خلافی نہ ہو۔

احسن طریقہ یہ ہے کہ جہاد وقتال شروع ہونے سے پہلے امام و قائد کو چاہیئے کہ مجاہدین سے صبر وشہادت کی بیعت لے۔اور اس بیعت کے ذریعے انہیں جہاد کی ترغیب دے اور انہیں ہتھیار وغیرہ فراہم کئے جائیں اور ان کی نفسیاتی لیول کو

87- مسلم، كتاب الجهاد والسير، باب تأمير الإمام الأمراء على البعوث، ووصيته إياهم بآداب الغزو وغيرها، حديث، 1731 1357/3

فہرست ملاحظہ فرمائیں 00

بھی تقویت دے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے: (إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ فَمَنْ نَكَثَ فَإِنَّمَا يَنْكُثُ عَلَى نَفْسِهِ وَمَنْ أَوْفَى بِمَا عَاهَدَ عَلَيْهُ اللَّهَ فَسَيُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا)[88]

9. تلاوت قرآن مجید میں احسان کی صورتین:

قرآن مجید اللہ تبارک وتعالیٰ کی پاک کتاب ہے جو نبی کریم ﷺ پر جبریل علیہ السلام کے ذریعے سے وقتًا فوقتًا تقریبا 23 سال کے عرصے میں نازل کی گئی۔ اور اس میں اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کی ہدایت اورفلاح کا طریقہ واضح طور پر بیان کیا گیا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے مسلمانوں کو اس پاک کتاب کے احکامات پر عمل کرنے کے ساتھ ساتھ اسکی تلاوت اور اچھی طرح پڑھنے کا حکم فرمایا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: (وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا) [89]

تلاوت قرآن میں احسان یہ ہے کہ بندہ جب بھی تلاوت کرے تو کامل طور پر پاک ہو جائے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: (لَا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ)[90] اور تلاوت کرتے وقت اچھی آواز نکالے اور ٹھہر ٹھہر کر تلاوت کی جائے جلدی اور سرعت میں تلاوت نہ کی جائے ارشاد باری تعالیٰ ہے: (وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا) [91] اور

88- الفتح:10

89- المزمل:4

90- الواقعة:79

91- المزمل:4

فہرست ملاحظہ فرمائیں00

حدیث پاک میں اچھی آواز سے قرآن پڑھنے کی ترغیب اس طرح دی گئی ہے؛ ارشاد ہے: (حسنوا القرآن بأصواتكم، فإن الصوت الحسن يزيد القرآن حسناً)[92]

اور قرآن پاک اتنا ہی تلاوت کرے جتنا آرام واطمینان سے تلاوت کر سکے۔ زیادہ تلاوت کر کے اپنے نفس کو امتحان میں نہ ڈالا جائے ارشاد باری تعالیٰ ہے: (فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ)[93] نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے طاقت کے مطابق تلاوت کرنے کی ترغیب اس ارشاد میں بیان فرمائی ہے: (مه، عليكم بما تطيقون، فوالله لا يمل الله حتى تملوا وكان أحب الدين إليه مادام عليه صاحبه)[94]

قرآن پاک کے ساتھ اچھے معاملات اور احسان میں سے یہ بھی ہے کہ اسکی تلاوت دائمی اور اچھی طرح کرے حدیث پاک میں ہے کہ: «يقال لصاحب القرآن اقرأ وارتق ورتل كما كنت ترتل في الدنيا، فإن منزلك عند آخر آية تقرؤها»[95].

92- مسند الدارمي المعروف بـ (سنن الدارمي)، ج4، ص2194 حديث رقم (3544) كتاب الفضائل، وإسناده صحيح، المؤلف: أبو محمد عبد الله بن عبد الرحمن الدارمي، التميمي السمرقندي (المتوفى: 255هـ)، تحقيق: حسين سليم أسد الداراني، الطبعة: الأولى، 1412 هـ - 2000 م الناشر: دار المغني للنشر والتوزيع، المملكة العربية السعودية.

93- المزمل:20

94- البخاري، كتاب الإيمان، باب: أحب الدين إلى الله عز وجل أدومه، حديث43

95- سنن أبي داود، كتاب الصلاه، أبواب فضائل القرآن باب باب كيف يستحبُّ الترتيل في القراءة، حديث1464، 592/2

تلاوت میں احسان یہ بھی ہے کہ بندہ قرآن پاک کی زبانی طور پر تلاوت پر اکتفیٰ نہ کرے بلکہ قرآن پاک کے بتائے ہوئے راستے پر عملی طور پر بھی چلنا شروع ہو جائے اور اس کی آیات سے نصیحت حاصل کرے۔ قرآن پاک کی آیات میں تفکر اور تدبر کرتا رہے اس سے علماء کرام نے کئی روحانی اور علمی فوائد بیان کئے ہیں ارشاد باری تعالیٰ ہے: (كِتَابٌ أَنْزَلْنَاهُ إِلَيْكَ مُبَارَكٌ لِيَدَّبَّرُوا آيَاتِهِ وَلِيَتَذَكَّرَ أُولُو الْأَلْبَابِ)[96]

اور حضرت ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث پاک میں قرآن مجید پر عمل کرنے والے کا ذکر اس طرح ہوا ہے: قال رسول الله – صلى الله عليه وسلم –: «المؤمن الذي يقرأ القرآن ويعمل به كالأترجة، طعمها طيب وريحها طيب. والمؤمن الذي لا يقرأ القرآن ويعمل به كالتمرة، طعمها طيب ولا ريح لها. ومثل المنافق الذي يقرأ القرآن كالريحانة، ريحها طيب وطعمها مر. ومثل المنافق الذي لا يقرأ القرآن كالحنظلة، طعمها مر، أو خبيث، وريحها مر»[97].

اور جو شخص قرآن پاک کی تلاوت میں ماہر ہو جائے تو وہ قیامت کے دن سفرۃ الکرام البررۃ کے ساتھ ہو گا۔ اور جو شخص باوجود اسکے کہ قرآن مجید کی تلاوت اسے مشکل لگے اور اسے کئی تکالیف پیش آئیں لیکن وہ اس صورتحال کے باوجود تلاوت قرآن پاک میں تحسین اور بہتری کی کوشش کرتا رہے تو اسے اللہ کی رحمت

96- ص:29

97- مسلم، كتاب صلاة المسافرين وقصرها، باب فضيلة حافظ القرآن، حديث797، 549/1

فہرست ملاحظہ فرمائیں00

سے ناامید نہیں ہونا چاہئے بلکہ ایسے لوگوں کے لیئے خوشخبری ہے کہ انہیں عنداللہ دگنا اجر ملے گا جس طرح حدیث پاک میں آیا ہے: «الماهر بالقرآن مع السفرة الكرام البررة، والذي يقرأ القرآن ويتتعتع فيه، وهو عليه شاق، له أجران»[98].

نبی کریم ﷺ نے قرآن پاک کی تلاوت دن رات کرنے کی ترغیب دی اور تلاوتِ قرآن کی کثرت کرنے کی تربیت دی اور یہ بھی بتایا کہ امت اگر حسد کرنا چاہے تو اسے دو چیزوں میں حسد کرنا چاہئے ان میں سے ایک ایسے شخص کے ساتھ جس کو اللہ تعالیٰ نے علمِ قرآن سے نوازا اور وہ دن رات اسی پاک کتاب کی تلاوت میں لگا رہا اور دوسرا وہ جسے مال عطا کیا گیا اور وہ دن رات اس مال کو فی سبیل اللہ خرچ کرنے میں لگا رہے۔ حدیث پاک کے الفاظ کچھ اس طرح ہیں: «لا حسد إلا في اثنتين: رجل آتاه الله هذا الكتاب، فقام به آناء الليل وآناء النهار، ورجل آتاه الله مالا، فتصدق به آناء الليل وآناء النهار»[99].

قرآن پاک کے ساتھ احسان کی صورت یہ بھی ہے کی اس پاک کتاب کی مراد اور مفہوم کو اچھی طرح سمجھا جائے اور اس پر عمل کیا جائے اور دنیا کے کونے کونے میں اس پاک کتاب کی تعلیمات کو پہنچایا جائے اور اس کی تعلیم عام کی جائے۔

98- مسلم، كتاب صلاة المسافرين وقصرها، باب فضل الماهر في القرآن، والذي يتتعتع فيه، حديث 798، 549/1

99- مسلم، كتاب صلاة المسافرين، باب فضل من يقوم بالقرآن، ويعلمه، وفضل من تعلم حكمة من فقه، أو غيره فعمل بها وعلمها، حديث رقم:815، 558/1

فہرست ملاحظہ فرمائیں OO

نبی کریم ﷺ نے قرآن سکھانے اور اس کی تعلیمات عام کرنے والے کو اچھا اور بہترین انسان قرار دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ : «خيركم من تعلم القرآن وعلمه»[100]

100- البخاري: كتاب فضائل القرآن، باب: خيركم من تعلم القرآن وعلمه حديث 5027، 192/6

فہرست ملاحظہ فرمائیں00

فصل دوم:
معاملات میں احسان

اسلام سے مراد یہ ہے کہ بندہ جو بھی کام کرے، چاہے وہ دینی ہوں یا دنیوی، تمام کے تمام امرِ ربانی کے موافق ہوں اور حقیقی مؤمن و مسلمان وہ ہے جو ایسے تمام کاموں کو اچھے طریقے سے سرانجام دے کر ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا رہے اور ہر کام پر اجر وثواب کا مستحق بنے۔ اسلام ایک کامل دین ہے جس کے تمام تر احکامات ایسے ہیں جن کی تکمیل پر بندے کو دنیا میں بھی خوشی، فرحت وسکون حاصل ہوتا ہے تو آخرت میں بھی اجرِ عظیم وجنت کی ابدی خوشیوں کی نوید ہے۔

اسلام نے مخلوق کے مابین معاملات کو اچھی طرح ادا کرنے اور ان کی تنظیم کو بھی عبادات میں شامل کیا ہے اور اور ان کو حقوق العباد کے نام سے جانا جاتا ہے اس کے ذریعے تزکیہ نفس، طہارتِ کے حصول کے ساتھ ساتھ اللہ تبارک وتعالیٰ کی رضامندی بھی حاصل ہوتی ہے، اور بندہ مخلوق کے ساتھ معاملات بھی عبادتِ رب سمجھ کر ہی کرتا ہے۔

اسلام نے مخلوق کے مابین خصوصًا انسانوں کے ساتھ معاملات کرتے وقت عدل اور احسان کا حکم فرمایا ہے اور اسلام نے بیع وشراء، نکاح وطلاق، وصیت وموارِیث اور زندگی کے تمام گوشوں سے متعلق کے احکام ذکر کیے ہیں اور ان میں عدل کو واجب قرار دینے کے ساتھ تو احسان کو واجب سے بھی اولیٰ وافضل قرار دیا گیا

ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے: (وَأَوْفُوا الْكَيْلَ إِذَا كِلْتُمْ وَزِنُوا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيمِ ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا)[101] اور ارشاد ہے: (وَابْتَغِ فِيمَا آتَاكَ اللَّهُ الدَّارَ الْآخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا وَأَحْسِنْ كَمَا أَحْسَنَ اللَّهُ إِلَيْكَ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِي الْأَرْضِ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ.)[102] اور ہر جگہ اور ہر عمل میں احسان کرتے ہوئے مسلمان کو چاہئے کہ وہ ہمیشہ رضائے رب کا متلاشی رہے اور دنیا کو آخرت کی کھیتی اور آخرت میں نجات کا وسیلہ سمجھتے ہوئے خوب سے خوب تر نیک اعمال میں کوشاں رہے۔

معاملات میں احسان کی صورتیں:

1. خریدوفروخت میں احسان:

اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن پاک میں عدل واحسان کا حکم دیا ہے اور لوگوں کے درمیان عدل قائم کرنے والا ہی آخرت میں کامیاب ہو سکتا ہے۔ تجارت میں عدل یہ ہے کہ کسی چیز کے بدلے میں اسی کی قیمت کے مطابق کوئی چیز یا مال وغیرہ کی لین دین کی جائے اور اگر اس میں احسان برتا جائے (یعنی لیتے وقت کسی پر زیادتی نہ کی جائے اور دیتے وقت احساناً زیادہ دیا جائے) تو یہ بندے کے لیئے دنیا وآخرت میں خوشبختی اور سعادت کا سبب ہوگا اور یہ کامیابی ہی اس کی تجارت کا منافعہ ہوگا۔

101- الإسراء: 35

102- القصص:77

فہرست ملاحظہ فرمائیں00

تجارت میں احسان یہ ہے کہ بندہ فقط عدل پر اقتصار نہ کرے بلکہ جتنا ہو سکے لوگوں پر احسان کرے۔ ارشادِ باریِ تعالیٰ ہے: (وأحسن كما أحسن الله إليك)[103]

ناپ تول اچھی طرح کرنے کے بعد تجارت میں احسان کی صورت یہ بھی ہے کہ بندہ دوکہ دہی سے کام نہ لے اور تجارت اس طرح سرانجام دی جائے کہ جانبین میں کسی پر بھی ظلم نہ ہو، اور معروف اور عمومی فائدے سے زیادتی سے بچاجائے کیونکہ یہ لوگوں پر بھاری ہوتا ہے۔

تاجر کو چاہیئے کہ وہ حلال وحرام اشیاء میں فرق جانتا ہو اور اسے جائز وناجائز طرقِ تجارت کی معلومات ہو اور تجارت میں فقط حلال اشیاء اور جائز طریقوں پر اکتفا کرے اور حرام چیزوں کی خرید وفروخت اور ناجائز طرقِ تجارت سے اپنے نفس کو دور رکھے۔ اور ایک مسلمان کو چاہیئے کہ وہ اپنے معاملات کو آسان رکھے اور درگذر سے کام لے کیونکہ درگذر کرنا نزول رحمت وبرکت کا سبب ہے۔ مالدار کو چاہیئے کہ ضرورت وحاجتمندوں کی حتیٰ الوسعت مدد کرے چاہے وہ قرض کی ہی صورت میں ہو اور قرضدار کو حتیٰ الوسعت مہلت دے اور آسانی پیدا کرے۔ نبی کریم ﷺ نے قرضدار کو سہولت اور مہلت دینے والے کے لیئے رحمت کی دعا کی ہے اور فرمایا

103- لقصص:77

فہرست ملاحظہ فرمائیں00

ہے:(رحم الله رجلا، سمحا إذا باع، وإذا اشترى، وإذا اقتضى)[104]. اور ایک دوسری حدیث میں مہلت دینے والے کے لیئے ہر روز قرضہ کے برابر صدقہ کے ثواب کی نوید سناتے ہوئے فرمایا ہے:(من أنظر معسرا كان له بكل يوم صدقة، ومن أنظره بعد حله كان له مثله، في كل يوم صدقة)[105] اور قرضدار پر لازم ہے کہ حتیٰ الوسعت قرضہ ادا کرنے میں جلدی کرے کیونکہ جلد قرضہ ادا کرنے والے کو نبی کریم ﷺ نے اچھے لوگوں میں شمار کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ:(خيركم أحسنكم قضاء) [106]. اس کے ساتھ قرضدار کو چاہیئے وہ قرضہ ادا کرتے وقت اپنے محسن کا شکریہ ادا کرے، اور اپنے محسن کو کسی بھی قسم کی تکلیف نہ دے بلکہ اس کے ہاں بذاتِ خود قرضہ ادا کرنے جائے۔ کیونکہ وہ قرضدار کا محسن ہے اور یہ جائز نہیں کہ ہم اپنے محسن کو تکلیف میں ڈالیں۔

تجارت میں احسان کی ایک صورت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاں یہ بھی ہے کہ دنیا کی خسیس وادنی بازارِ تجارت بندے کو آخرت کی اہم ترین بازار سے کسی بھی گھڑی غافل نہ کردے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:(رجال لا تلهيهم تجارة ولا بيع

104- البخاري، كتاب البيوع، باب السهولة والسماحة في الشراء والبيع، ومن طلب حقا فليطلبه في عفاف حديث رقم: 2076

105- سنن ابن ماجة: كتاب الصدقات، باب إنظار المعسر، حديث2418، 808/2.

106- البخاري: كتاب الوكالة، باب: باب الوكالة في قضاء الديون، حديث رقم:2306، ج3، ص99

فہرست ملاحظہ فرمائیں 00

عن ذکر الله وإقام الصلاة وإيتاء الزكاة)[107] اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمیں مسجدوں، گھروں اور بازاروں میں ذکر کا حکم فرمایا ہے اور ہمیں چاہیئے کہ ہم دن کا پہلا وقت اپنی آخرت کے لیئے مقرر کریں اور تجارت کے لیئے نکلنے تک مسجدوں اور گھروں میں اللہ تعالیٰ کا ذکر اور وردووظائف میں مشغول رہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تاجروں کو ذکر اللہ کی ترغیب دیتے فرماتے تھے کہ : "اجعلوا أول نهاركم لآخرتكم وما بعده لدنياكم[108]".

وقد جاء في تفسير قوله تعالى: (لا تلهيهم تجارة ولا بيع عن ذكر الله) أنهم (الصحابة) كانوا حدادين وخرازين فكان أحدهم إذا رفع المطرقة أو غرز الإشفى فسمع الأذان لم يخرج الإشفى من المغرز ولم يوقع المطرقة ورمى بها وقام إلى الصلاة. وأن لا يقتصر على الفرائض بل يلازم ذكر الله سبحانه في السوق ويشتغل بالتهليل والتسبيح فذكر الله في السوق بين الغافلين أفضل وأحسن. [109]

مذکورہ بالا آیت کی تفسیر میں علامہ عینی فرماتے ہیں کہ : صحابہ کرام کی اکثریت لوہار اور .... تھے اگر ان میں سے کسی نے ہتھوڑا اوپر کیا ہوا ہوتا تھا یا

تجارت میں احسان یہ بھی ہے کہ حرام سے اجتناب پر اقتصار نہ کرے بلکہ اپنے آپ کو شک وشبہات والی چیزوں کی خرید وفروخت سے بھی بچائے رکھے اور

107- النور: 37

108- إحياء علوم الدين ج2، ص84، المؤلف: أبو حامد محمد بن محمد الغزالي الطوسي (المتوفى: 505هـ)، الناشر: دار المعرفة – بيروت.

109- انظر: عمدة القاري، ج11، ص175.

فہرست ملاحظہ فرمائیں 00

یقینی پاک اور حلال چیزوں کی خرید وفروخت کرے کیونکہ یہ انبیاء علیہم السلام کے اخلاقِ عالیہ میں سے ہے ارشادِ نبوی ہے: إنا معاشر الأنبياء أمرنا أن لا نأكل إلا طيبا ولا نعمل إلا صالحا وقال: إن الله تعالى أمر المؤمنين بما أمر به المرسلين فقال {يأيها الذين آمنوا كلوا من طيبات ما رزقناكم}[110] وفي الحديث: "إن الله أمر المؤمنين بما أمر به المرسلين".[111]

مؤمن کو چاہئے کہ وہ اپنی بیع وشرا کو سچائی اور ایمانداری سے انجام دے اور فروخت کرتے وقت چیزوں کی اوصاف بتانے میں کسی قسم کا جھوٹ اور مشتبہ لفظ استعمال نہ کرے بلکہ اس کی نوع، جنس، مصنع، اور اچھائی کما حقہٗ بیان کرے اور اس بیان میں کسی قسم کا مبالغہ نہ کرے۔ اور قسم کھانے سے اجتناب کرے چاہے سچی بات پر ہی ہو کیونکہ اس سے اللہ تبارک وتعالیٰ کے اسم مبارک کی توہین کا شائبہ ہے، حدیث میں تاجروں کہ اس برے کام کا بیان اس طرح آیا ہے: «إن التجار هم الفجار». قيل يا رسول الله: أوليس قد أحل الله البيع؟ قال: «بلى، ولكنهم يحدثون فيكذبون، ويحلفون و يأثمون»[112].

110- البقرة:162

111- مسلم: كتاب الزكاة، باب قبول الصدقة من الكسب الطيب وتربيتها ، حديث 1015، 703/2

112- مسند أحمد: حديث:15530، ج24، ص290

فہرست ملاحظہ فرمائیں00

جانبین کو چاہئے کہ عقدِ بیع اور اجارہ وغیرہ کو اپنے پاس لکھ کر محفوظ کرلیں اور مقدارِ دینِ مؤجل اور اس کی ادائگی کے وقت کو بھی مقرر کرلیں تاکہ مال بھی محفوظ رہے اور بھول جانے کی صورت رجوع کیا جاسکے اور خصوصی طور پر جھگڑے وغیرہ کی صورتحال سے بھی بچا جاسکے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے: :(يأيها الذين آمنوا إذا تداينتم بدين إلى أجل مسمى فاكتبوه وليكتب بينكم كاتب بالعدل ولا يأب كاتب أن يكتب كما علمه الله فليكتب وليملل الذي عليه الحق وليتق الله ربه ولا يبخس منه شيئا فإن كان الذي عليه الحق سفيها أو ضعيفا أو لا يستطيع أن يمل هو فليملل وليه بالعدل واستشهدوا شهيدين من رجالكم)[113]

2. غیر مسلمین پر احسان:

یہاں غیر مسلمین سے مراد مشرکین، کفار اور مرتدین ہیں جنہیں اسلامی معاشرے میں خاص شرائط (وہ اسلام دشمنی میں معروف نہ ہوں اور اعداء اسلام کی معاونت بھی نہ کرتے ہوں) کے ساتھ جینے کے برابر حقوق دیئے گئے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے: (لا يَنْهَاكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَلَمْ يُخْرِجُوكُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ أَنْ تَبَرُّوهُمْ وَتُقْسِطُوا إِلَيْهِمْ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ إِنَّمَا يَنْهَاكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ قَاتَلُوكُمْ

113- البقرة:282

فہرست ملاحظہ فرمائیں00

فِي الدِّينِ وَأَخْرَجُوكُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ وَظَاهَرُوا عَلَى إِخْرَاجِكُمْ أَنْ تَوَلَّوْهُمْ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ) [114].

اسلامی تعلیمات کے مطابق مسلمانوں کو غیر مسلمین کے ساتھ اچھا معاملہ کرنے کا حکم دیا گیاہے، مذکورہ بالاآیت کی تفسیر میں آیاہے کہ: مسلمانوں کو چاہئے کہ ایسے غیر مسلمین کی تکریم کریں اور ان کے ساتھ جنگ وقتال سے رکے رہیں جو مسلمانوں کے خلاف جنگ اور ظلم سے رکے رہیں۔ اور ان کے ساتھ قولًا اور فعلًا اچھی طرح پیش آنا چاہیۓ۔ اور ان کی ساتھ عدل کا معاملا کرنا چاہیۓ اور ان پر کسی بھی قسم کا ظلم کرنے سے بچنا چاہیۓ، اور اللہ تعالیٰ صرف ایسے غیر مسلمین کے ساتھ جنگ وقتال کا حکم دیتاہے جو مسلمانوں کے ساتھ ظلم کریں اور جنگ وجدال میں کسی بھی طرح شریک ہوں [115] ۔

اس آیت کے سبب نزول میں مفسرین نے دواسباب بیان کئے ہیں اور اس آیت کے منسوخ ہونے میں بھی اختلاف ہے لیکن امام ابن جریر الطبریؒ کے نزدیک یہ آیت محکم ہے اور اس کا حکم عام اور شامل ہے۔ امام ابن جریر الطبری فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ تمہیں تمام ادیان کے ایسے غیر مسلمین سے اچھا سلوک کرنے اور ان

114- الممتحنة: 8-9

115- انظر: أوضح التفاسير: 681/1، المؤلف: محمد محمد عبد اللطيف بن الخطيب (المتوفى: 1402هـ)، الناشر: المطبعة المصرية ومكتبتها، الطبعة: السادسة، رمضان 1383 هـ - فبراير 1964 م.

کے ساتھ انصاف کرنے سے نہیں روکتا جو تمہارے ساتھ جنگ و قتال کا ارادہ نہیں رکھتے۔ جو بھی ایسی صفت کا غیر مسلم ہوگا وہ سب اس حکم میں شامل ہونگے اور اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔ اور جس نے اس آیت کو منسوخ کہا ہے (وہ صحیح نہیں بلکہ آیت کا حکم باقی ہے)۔

مؤمنین کو غیر مسلمین پر احسان کرنے پر اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے اجر عظیم کی امید رکھنی چاہیئے۔ مؤمن کا مؤمن کو صدقہ دینا بہتر ہے لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ نے ابرار کی صفات بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ وہ مسکینوں، یتیموں اور قیدیوں کو کھانا کھلاتے ہیں اور اس میں کسی قسم کی قید نہیں ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے: (وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَى حُبِّهِ مِسْكِيناً وَيَتِيماً وَأَسِيراً) [116] امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ: اگر کسی نے فاسق یا کافر (چاہے وہ یہودی ہو یا نصرانی یا مجوسی ہو) کو صدقہ دیا تو یہ صدقہ جائز ہے اور اس پر بھی اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے ثواب ملے گا۔ اور آپ نے مذکورہ آیت سے دلیل لی ہے اور قیدی سے مراد جنگی قیدی بیان کی ہے اور جنگی قیدی اس وقت غیر مسلمین ہی ہوا کرتے تھے۔

نبی کریم ﷺ اور صحابہ کی زندگیوں پر نظر دوڑائی جائے خصوصاً خلفاءِ راشدین کے عہدِ خلافت کو دیکھیں گے تو پتہ چلے گا کہ انہوں نے غیر مسلمین کو ان کے اسلام میں متعیّن تمام حقوق ادا کرنے کی بھرپور کوشش کی اور یہ کام نبی

116- الإنسان:8 والأسير ما كان في ذلك الزمان إلا أهل الشرك.

کریم ﷺ اور صحابہ کرام کے لیئے مشکل ترین تھا کیونکہ کفارِ مکہ ایسے غیر مسلم تھے جنھوں نے مسلمانوں پر اسلام کے ابتدائی دور میں کئی ظلم ڈھائے اور انہیں محبوب ترین شہر مکہ مکرمہ سے بے سر وسامان ظلم اور جبر کر کے نکالا، اور جب وہی لوگ جنگِ بدر میں قیدی بن کر آئے تو مسلمان انکے ساتھ حسنِ اخلاق اور حد درجہ احسان کے ساتھ پیش آئے۔جنگِ بدر کا ایک قیدی عزیز بن عمیر مسلمانوں کے ہاں گذرے اسیری کے دن کا احوال اس طرح بیان کرتا ہے:

"وَكُنْتُ فِي رَهْطٍ مِنْ الْأَنْصَارِ حِينَ أَقْبَلُوا بِي مِنْ بَدْرٍ، فَكَانُوا إذَا قَدَّمُوا غَدَاءَهُمْ وَعَشَاءَهُمْ خَصُّونِي بِالْخُبْزِ، وَأَكَلُوا التَّمْرَ، لِوَصِيَّةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إيَّاهُمْ بِنَا، مَا تَقَعُ فِي يَدِ رَجُلٍ مِنْهُمْ كِسْرَةُ خُبْزٍ إلَّا نَفَحَنِي بِهَا. قَالَ: فَأَسْتَحْيِيَ فَأَرُدُّهَا عَلَى أَحَدِهِمْ، فَيَرُدُّهَا عَلَيَّ مَا يَمَسُّهَا. [117]"

کفار ومشرکین کے ساتھ حسنِ سلوک اور احسان کرنے کی اس سے بھی واضح مثال یہ ہے کہ جب مسلمانوں کے ہاتھوں مکہ فتح ہوا اور اس دن وہ بھرپور قوت اور طاقت کا مظاہرہ کر رہے تھے تو اپنے دیرینہ اعداء کفارِ مکہ سے جنگ وجدال کرنے پر عام معافی اور ان پر احسان کو ترجیح دی اور سب کو امان دے دی گئی۔

117- السيرة النبوية لابن هشام، ج1، ص645؛ المؤلف: عبد الملك بن هشام بن ايوب الحميري المعافري، ابو محمد، جمال الدين (المتوفى: 213هـ)، تحقيق: مصطفى السقا وابراهيم الابياري وعبد الحفيظ الشلبي،الناشر: شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي واولاده بمصر، الطبعة: الثانية، 1375هـ - 1955ع.

ان واقعات سے یہ بات معلوم ہوئی کہ اسلام کسی کے ساتھ بھی عداوت نہیں چاہتا بلکہ اسلام تو حتیٰ الوسعت اپنے دیرینہ اعداء و سخت مخالفین سے بھی اچھا سلوک اور احسان کرنے کا درس دیتا ہے۔

غیر مسلمین کے ساتھ احسان کی صورتوں میں یہ بھی ہے کہ ان کو دینِ حق اسلام کی اچھی طرح اور احسن طریقے سے دعوت دی جائے اور ان کے ساتھ مکالمہ کیا جائے اور انہیں صحیح عقائد واضح کر کے سمجھائے جائیں اور انہیں وقتاً فوقتاً نصیحت کرنی چاہیئے قرآن پاک میں ارشاد ہے: ((وَلا تُجَادِلُوا أَهْلَ الْكِتَابِ إِلا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ...))[118] اور مسلم داعی کو چاہیئے کہ جب بھی بات کرے تو مشترکہ نقاط پر بات کرے خصوصا اہلِ کتاب کے ساتھ مکالمہ کرتے وقت اس بات کا خاص خیال رکھا جائے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: (قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ..)[119] اور داعی کو چاہیئے کہ ان کے ساتھ نرمی اور پیار و محبت سے بات کرے۔ کسی ایک مسلم فرد کی وجہ سے تمام مسلمانوں اور دینِ اسلام کے لیئے نفرت جاگزین ہو گئی تو فائدہ تو اپنی جگہ اس داعی کی غلط حکمتِ عملی کی وجہ سے اللہ دینِ اسلام کی ترویج و تبلیغ کو نقصان کا خطرہ ہو سکتا ہے۔

118- العنکبوت/ 46

119- آل عمران/ 64

اللہ تبارک وتعالیٰ نے غیر مسلم کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے کے بعد دوسرے درجہ میں یہ بھی سکھایا ہے کہ ان کے معبودانِ باطلہ کو کسی قسم کے گالی گلوچ نہیں دی جائے اور باوجودیکہ وہ حقیقی معبود نہیں پھر بھی ان کے خلاف نازیبا الفاظ استعمال کرنے سے منع فرمایا ارشاد باری تعالیٰ ہے: (وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ كَذَلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ أُمَّةٍ عَمَلَهُمْ ثُمَّ إِلَى رَبِّهِمْ مَرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ) [120] اس آیت کی تفسیر میں علامہ طاہر بن عاشور اپنی تفسیر التحریر والتنویر میں لکھتے ہیں کہ: اس آیت کا حکم محکم ہے منسوخ نہیں ہوا، اور یہ حکم اس امت پر ہر حال میں باقی ہے، کیونکہ جب بھی کافروں کو گمان ہوگا کہ مسلمان ان کے معبودانِ باطلہ یا ان کے دینی احکام کو گالی گلوچ دے کر نازیبا زبان استعمال کرکے تنقید کریں گے تو کافر بھی اسلام اور نبی اسلام حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے خلاف یا اللہ تبارک وتعالیٰ کے خلاف توہین آمیز الفاظ استعمال کرنا شروع کردیں گے یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں پر غیر مسلمین کے کنیسہ وعبادتگاہ پر سب شتم کرنا حرام قرار دیا گیا کیوں کہ اس کی وجہ سے فتنہ پیدا ہونے کا اندیشہ ہے[121]۔ اس منع سے ہر گز یہ مراد نہیں کہ ان کے

120- الأنعام:108

121- التحرير والتنوير «تحرير المعنى السديد وتنوير العقل الجديد من تفسير الكتاب المجيد» 430/7 المؤلف: محمد الطاهر بن محمد بن محمد الطاهر بن عاشور التونسي (المتوفى : 1393هـ) الناشر: الدار التونسية للنشر- تونس. سنة1984هـ

معبودانِ باطلہ حق پر ہیں اور مسلمان ان غیر مسلمین کو دعوت نہ دیں اور ان کو گمراہی اور جہالت کے اندھیروں میں چھوڑ دیں، ہر گز نہیں۔ ہمیں اس نہی سے یہ بتایا گیا کہ چاہے کتنا بھی سخت تریں اختلاف ہو لیکن مجادلہ حسنہ اور کلام میں نرم رویہ اختیار کرتے ہوئے مہذب اور مناسب الفاظ ہی استعمال کئے جائیں۔

اسی طرح غیر مسلمین سے احسان کی صورتوں میں یہ بھی ہے کہ اگر غیر مسلمین فیصلہ کرانے کے لیئے مسلم حاکم یا قاضی کے پاس آئیں تو قاضی کو چاہیئے کے غیر مسلم کے مقابلے میں مسلمان کی طرفداری کرنے سے بچے اور حتیٰ الوسعت انصاف اور عدل کے ساتھ ہی فیصلہ کرے چاہے مسلمان غلطی پر ہی کیوں نہ ہو اس کی طرفداری نہ کی جائے قرآن پاک میں ہے: (إِنَّا أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا أَرَاكَ اللَّهُ وَلَا تَكُنْ لِلْخَائِنِينَ خَصِيمًا)[122] اور عام مسلمانوں کو چاہیئے کہ غلط کام پر اپنے آپ کو سزا یا شرمندگی سے بچانے کے غیر مسلموں پر بے جا تہمت اور غلط بات منسوب نہ کرے کیونکہ جو کوئی بھی کسی پر تہمت لگاتا ہے یا جھوٹی بات منسوب کرتا ہے تو وہ اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کے غضب کو ہی بلاتا ہے اور یہ کام گناہ میں شمار کیا جاتا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے: (وَمَنْ يَكْسِبْ خَطِيئَةً أَوْ إِثْمًا ثُمَّ يَرْمِ بِهِ بَرِيئًا فَقَدِ احْتَمَلَ بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُبِينًا)[123]

122- النساء:105

123- النساء: 112

اور غیر مسلمین میں سے ذمی غیر مسلمانوں کو اسلام نے خصوصی حقوق دیئے ہیں اور عام لوگوں کے ساتھ ساتھ حکمرانوں کو بھی چاہیئے کہ وہ ذمی کے حقوق کی پاسداری کرے اور انہیں ظلم و جبر کا نشانہ بننے سے بچانے کی کوشش کرے۔

3. تحیة (سلام) میں احسان:

اللہ تبارک و تعالیٰ مسلمانوں کو آپس میں ملاقات کرتے وقت سلام کرنے کا حکم دیا ہے اور خصوصاً کسی گھر میں داخل ہوتے وقت۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: (وَتُسَلِّمُوا عَلَى أَهْلِهَا) [124] اسی طرح سلام کا جواب اچھے اور بہترین طریقے سے دینے کی تربیت دیتے ہوئے فرمایا ہے: (وَإِذَا حُيِّيتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوا بِأَحْسَنَ مِنْهَا أَوْ رُدُّوهَا إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ حَسِيبًا) [125] نبی کریم ﷺ نے سلام کو لوگوں کے درمیان عام کرنے کی تعلیم دی ہے اور یہ حکم دیا ہے کہ ہر کسی پر سلام کیا کرو چاہے تم اسے پہچانتے ہو یا نہ پہچانتے ہو، کیوں کے مسلمانوں کے لیئے سلام ہی وہ چیز ہے جس کے ذریعے وہ آپس میں انس و محبت اور جان پہچان بڑھا سکتے ہیں اور یہی اسلامی معاشرے کی خصوصیت ہے ۔ نبی کریم ﷺ نے سلام کو اعمالِ خیر میں شمار کیا ہے۔ حدیث کے الفاظ ہیں: وقال

124- النور: 27

125- النساء:86

فہرست ملاحظہ فرمائیں00

عندما سُئل عن أعمال الإسلام الحسنة والخيرية: «تُطْعِمُ الطَّعَامَ، وَتَقْرَأُ السَّلاَمَ عَلَى مَنْ عَرَفْتَ وَمَنْ لَمْ تَعْرِفْ»[126].

اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن مجید میں ہمیں یہ تعلیم دی ہے کہ سلام کا جواب بہتر طریقے سے دیا جائے یا کم از کم اتنا ہی جواب دیا جائے جتنا سلام کیا گیا ہو۔ اور سلام کو عام کرنے کا مقصد یہ ہے کہ معاشرے میں موجود تمام طبقات کے درمیان فرق کو مٹادیا جائے جو کہ قومی، نسلی، لسانی، سیاسی یا کسی اور بنیاد پر قائم کئے گئے ہیں جو کہ اسلام میں ہر گز قابلِ قبول نہیں۔ اور اس میں یہ بھی حکمت ہے کہ دونوں افراد ایک دوسرے کو سلامتی، امن اور محبت کا پیغام دیتے ہیں جیسا کہ یوں کہہ رہے ہوں کہ تم میرے ہاتھ اور زبان سے محفوظ ہو۔ علماء کرام نے مسنون سلام کا جواب واجب قرار دیا ہے اور یہ واجب کفایہ ہے اگر جماعت میں سے کسی ایک فرد نے بھی ادا کیا تو سب کی طرف سے ادا ہو جائے گا، مگر سلام میں احسان یہ ہے کہ ہر ایک سلام کا جواب دے اور اپنے حصے کا اجر ضائع ہونے سے بچائے۔

اور سلام میں احسان کی صورت یہ ہے کہ سلام میں ابتداء کی کوشش کی جائے اور جواب مناسب آواز میں دیا جائے تاکہ آسانی سے سنا جاسکے، اور جو شخص باتھ روم وغیرہ میں ہے تو وہ سلام کا جواب وہاں سے نکلنے کے بعد دے اور سلام کا جواب طہارت (تیمّم) کے ساتھ ہو تو بہتر ہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ پر ایک شخص نے سلام

126- البخاري: كتاب الإيمان، باب اطعام الطعام من الإسلام حديث:12، 12/1

فہرست ملاحظہ فرمائیں OO

کیا تو آپ ﷺ نے دیوار کے ساتھ تیمّم کرنے کے بعد اسے سلام کا جواب دیا۔

حدیث میں ہے: عن أبي الجهم قال: أقبل رسول الله صلّى الله عليه وسلّم من الغائط فلقيه رجل فسلم عليه فلم يرد عليه صلّى الله عليه وسلّم حتى أقبل على الحائط فوضع يده عليه ثم مسح وجهه ويديه، ثم رد على الرجل السلام»[127].

اور سلام میں احسان یہ ہے کہ جب بھی کسی گھر میں داخل ہوں تو گھر والوں سے اندر آنے کی اجازت مانگنے کے بعد سلام کیا جائے ارشادِ باری تعالیٰ ہے: (يٰأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتَّىٰ تَسْتَأْنِسُوا وَتُسَلِّمُوا عَلَىٰ أَهْلِهَا ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ)[128] علامہ آلوسی اس آیت کے تحت لکھتے ہیں کہ اگر گھر خالی ہو تو میں آیا ہے کہ وہ اپنے اوپر اور اللہ کے نیک بندوں پر سلام کرتا ہوا گھر میں داخل ہو آپ **لکھتے ہیں:** وإن كان البيت خاليا فيقول: السلام علينا وعلى عباد الله الصالحين، فإن السكنة تردّ عليه، وفي الآكام إن في كل بيت سكنة من الجن[129]

کسی سے ملاقات کرتے وقت مسنون طریقہ یہ ہے کہ چھوٹا بڑے پر سلام کرے، چلنے والا کھڑے اور بیٹھے ہوئے پر، اور سوار کو چاہیۓ کے پیدل چلنے اور بیٹھے ہوئے لوگوں پر سلام کرے، اور اعلیٰ چیز پر سوار کو چاہئے کے ادنی سواری پر سوار کو

127- سنن أبي داؤد، كتاب الطهارة، باب: التيمم في الحضر، حديث331، ج1، ص90

128- النور: 27

129- انظر: آلوسي:99/3

فہرست ملاحظہ فرمائیں00

سلام کرے، (اسی ترتیب سے سلام میں بڑے کو پہل کرنا بہتر اور احسن طریقہ ہے) اور کم لوگوں کی جماعت پر زیادہ لوگوں کی جماعت کو سلام کرنا چاہیۓ۔ کیونکہ پیدل چلنے والے کو سوار سے خوف ہوتا ہے اور کم لوگوں کو زیادہ سے۔ مگر سلام میں احسان یہ ہے کہ ان تمام چیزوں کے برعکس کیا جائے تاکہ نفس تکبر سے بچے اور اس کے اندر تواضع انکساری پیدا ہو اور آخرت میں بھی سلام میں پہل کرنے والے کو زیادہ اجر کی نوید سنائی گئی ہے۔ بزرگوں اور بڑی عمر والے لوگوں کو چاہیۓ کہ وہ بچوں پر سلام کرنے پر ہرگز شرم نہ کرے اور نہ ہی کسی اچھے گھرانے اور اچھی قوم کے لوگوں کو غریب، مزدور اور محنت کشوں پر سلام کرنے میں شرم کرنی چاہیۓ۔ کیوں کہ نبی کریم ﷺ کی اسوۂ حسنہ ہمیں یہ درس دیتی ہے کہ ہر کسی پر سلام کیا جائے چاہے وہ امیر ہوں یا غریب ضعیف ہوں یا قوی بڑے ہوں یا بچے۔ نبی کریم ﷺ نے خود کھیلتے بچوں پر سلام کیا ہے۔ حدیث میں آیا ہے: ((أتى رسول الله صلى الله عليه وسلم: على غلمان يلعبون فسلم عليهم))[130].

سلام میں مکروہ جگہیں:

علماء کرام نے قرآن وحدیث کی روشنی میں چند جگہیں بیان کی ہیں جہاں سلام کرنا مکروہ ہے: تلاوتِ قرآن کرنے والے پر، ذکر، حدیث اور خطبہ میں مشغول لوگوں پر، اور درس وتدریس میں مشغول لوگوں پر، اور ایسے فقیہ پر جو مسائل کی کھوج

130- سنن أبي داؤد، كتاب الأدب، باب في السلام على السبيان، حديث:5202، ج4، ص352

فہرست ملاحظہ فرمائیں00

میں مستغرق ہے اور مؤذن پر وقت اذان سلام کرنا مکروہ ہے۔ اور احسان کی صورت یہ ہے کہ ہم انہیں اپنا کام کرنے دیں اور انہیں اپنے حال پر چھوڑ دیں تاکہ وہ ایسے فائدہ مند عمل سے غیر متوجہ نہ ہوں۔ اسی طرح جو لوگ کھیل کود میں مشغول ہوں اور اپنا وقت و قوت بے فائدہ ضایع کرتے ہوں، اور غیر محرم عورتوں، اور کھانے پینے میں مشغول لوگوں کو بھی سلام نہیں کرنا چاہئے اور اگر کسی نے ان پر سلام کر بھی دیا تو ان پر سلام کا جواب واجب نہیں ہوگا۔

اور اگر کسی یہودی، نصرانی یا مجوسی نے سلام کیا تو اس کو جواب دینے میں کوئی حرج نہیں، مگر انہیں جواب میں فقط ان الفاظ پر اکتفا کرے: وعلیک۔ اور کافروں پر سلام کرنے میں پہل نہ کی جائے ارشادِ نبوی ہے: (لا تبدءوا اليهود والنصارى بالسلام، فإذا لقيتم أحدهم في طريق فاضطروه إلى أضيقه)[131]

4. حسنِ ظن کے ذریعے احسان:

اللہ تبارک وتعالیٰ نے مؤمنین کو سوءِ ظن رکھنے سے منع فرمائی ہے ارشادِ باری تعالیٰ ہے: (يَأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ وَلَا تَجَسَّسُوا

131- سنن الترمذي، أبواب السير، باب ماجاء في التسليم على أهل الكتاب، حديث:1602، ج3، ص206. المؤلف: محمد بن عيسى بن سَوْرة بن موسى بن الضحاك، الترمذي، أبو عيسى (المتوفى: 279هـ)، المحقق: بشار عواد معروف، الناشر: دار الغرب الإسلامي – بيروت سنة النشر: 1998 م

وَلَا يَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضًا أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَنْ يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ تَوَّابٌ رَحِيمٌ [132]۔

امام ابن جریر الطبری اس آیت کے تحت ظن کی دو قسمیں بیان کرتے لکھتے ہیں کہ : اللہ تبارک وتعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ ظن میں سے زیادہ ظن سے بچا کرو اور یوں نہیں فرمایا کہ تمام ظن سے بچو، اور مؤمنین کو اجازت دی کے ایک دوسرے پر حسن ظن کرو اور کہا: (لَوْلا إِذْ سَمِعْتُمُوهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بِأَنْفُسِهِمْ خَيْرًا وَقَالُوا هَذَا إِفْكٌ مُبِينٌ)[133] اور نبی کریم ﷺ نے ظنِ سوء سے منع کرتے فرمایا: (إياكم والظن فإن الظن أكذب الحديث)[134]

مذکورہ بالا آیہ کریمہ سے یہ بات واضح ہوئی کہ مؤمنین کو مؤمنین پر حسنِ ظن ہی رکھنا چاہیئے۔

ظن تخمینہ پر مبنی ہوتا ہے جو کہ کسی بات یا کسی عمل کی وجہ سے ذہن میں پیدا ہوتا ہے، اور ظن پر اعتماد کی وجہ سے اکثر اوقات مسائل نمودار ہوتے ہیں جن کی کوئی حد ہے نہ حساب اور وہ کسی بھی طریقے سے رکنے کا نام ہی نہیں لیتے۔ اور ظن کی وجہ سے کبھی کبھی کسی معصوم شخص پر تہمت لگنے کا بھی اندیشہ ہوتا ہے اور سوءِ ظن کی

132- الحُجُرات:12

133- النور:12

134- البخاري:كتاب النكاح؛ باب باب لا يخطب على خطبة أخيه حتى ينكح أو يدع ، حديث5143، ج19/7

وجہ سے ایک بڑی قلبی بیماری (حسد) پیدا ہوتی ہے جس کی وجہ سے ظن رکھنے والا کئی اور گناہ کے کاموں میں مشغول ہو جاتا ہے اور وہ اس کی عادت میں شمار ہو جاتے ہیں مثلا ظن سوء کے بعد اس شخص کا تجسّس کرنا اور تجاسوسی کے لیئے کتے کی طرح اس کے پیچھے اپنا قیمتی وقت ضایع کرنا۔ اس کے علاوہ سوء ظن کی وجہ سے غیبت کی عادت بھی انسان کے اندر پیدا ہو جاتی ہے جو کہ اپنے مردہ بھائی کے گوشت کھانے کے برابر قرار دیا گیا ہے۔

ہر وہ کام جو یقینی طور پر کسی کی طرف منسوب نہ ہو اور فقط ظاہری اسباب کی وجہ سے منسوب کیا جائے اور اس کی وجہ سے مؤمن پر سوء ظن کیا جائے تو ایسا ظن حرام ہے اس سے اجتناب کرنا واجب ہے۔ اور اس کی مثال یہ ہے کہ کسی نیک شخص نے کسی وجہ سے امانت کی ادائگی میں تاخیر کی یا ادانہ کر سکا تو اس وجہ سے اس مؤمن پر فاسد اور خائن کا الزام لگانا حرام ہے۔ بخلاف ایسے لوگوں کے جو فسق وفجور میں مشہور ہو گئے ہوں۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: عن النبي صلى الله عليه وسلم: «إن الله تعالى حرّم من المسلم دمه وعرضه وأن يظنّ به ظنّ السوء[135]»[136]

135- شعب الإيمان، كتاب تحريم أعراض الناس وما يلزم من ترك الوقوع فيها، حديث 6280، ج9، ص75.

136- الكشاف للزمخشري:4/371-372

ظن میں احسان یہ ہے کہ ہم ہر مؤمن پر حسن ظن رکھیں اور سوءِ ظن سے حتیٰ الوسعت بچتے رہیں کیونکہ اس سے مؤمن کی منزل اور اس کی شان میں کمی ہوتی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے مؤمن کے مال وخون اور اس کی عزت کی حرمت، حرمتِ کعبہ سے برتر ہے اور بتایا کہ مؤمن میں فقط حسنِ ظن ہی رکھا جائے: ارشاد نبوی ہے:

ما أطيبك وأطيب ريحك، ما أعظمك وأعظم حرمتك(أشار إلى الكعبه)، والذي نفس محمد بيده لحرمة المؤمن أعظم عند الله حرمة منك: ماله ودمه وأن يظن به إلا خيرا»[137] اور نبی کریم ﷺ نے حسنِ ظن کو حسنِ عبادت میں شمار کیا ہے ارشاد ہے: ((حسن الظن من حسن العبادة))[138]

کسی مؤمن کو اگر ظاہراً خلافِ شرع کام کرتے دیکھیں تو اس میں احسان کی صورت یہ ہے کہ اس کے لیئے دعاء خیر کی جائے کیونکہ دعا کے ذریعہ ہر قسم کا خیر حاصل ہوتا ہے، اور نبی کریم ﷺ ربِ کریم سے دعا میں قلبِ سلیم طلب کرتے تھے۔ اور ہمیں چاہئے کہ اس شخص کی جگہ یہ اپنے آپ کا تصور کریں تو شاید دل میں حسنِ ظن پیدا ہو جائے اور ارشادِ باری تعالیٰ بھی ہمیں اسی طرف مبذول کر رہا ہے:

(لَوْلَا إِذْ سَمِعْتُمُوهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بِأَنْفُسِهِمْ خَيْرًا)[139]۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے

137- ابن ماجة: ابن ماجة: كتاب الفتن، باب حرمة دم المؤمن وماله حديث3932، 2 /1297،

138- سنن أبي داؤد، كتاب الأدب، باب حسن الظن، حديث:4993، ج298/4

139- النور:12

مؤمنین کو ایک جسم کی مانند قرار دیا ہے اگر ظاہری طور پر کوئی مؤمن کسی دوسرے مؤمن بھائی کی سلامتی چاہتا ہے تو حقیقت میں وہ اپنی ہی سلامتی اور اپنی ہی ہمدردی اور اپناہی دفاع کر رہا ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ نے گھر میں داخل ہوتے ہوئے سلام کرنے کا حکم دیا ہے اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ ظاہراً تم ان گھر والوں پر سلام کر رہے ہوتے ہو لیکن وہ حقیقت میں تمہارے اوپر ہی سلام ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: (فَإِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوتاً فَسَلِّمُوا عَلَى أَنْفُسِكُمْ)[140] مؤمن کو چاہیئے کہ اپنے مؤمن بھائی کی بات کو اچھے زاویے سے دیکھے اور اسے مثبت مفہوم پر ہی حمل کرے کیونکہ ہمارے بزرگوں نے کوئی بزرگی حاصل کی یا قربِ الٰہی حاصل کیا ہے اور تقویٰ میں مقام حاصل کیا ہے وہ ان طرق کو استعمال کر کے اور مؤمنین میں حسنِ ظن رکھ کر ہی حاصل کیا ہے۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کہ تم اپنے مؤمن بھائی کی بات کو کسی اچھے طریقے، درست زاویے اور مثبت مفہوم پر حمل کر سکتے ہو تو ہرگز ہرگز اس پر سوءِ ظن نہ کرو۔ مؤمن کو چاہیئے کہ وہ ظاہری طور پر خلاف شرع بات میں اپنے مؤمن بھائی کو معذور جانے اور کسی کی نیت پر کبھی بھی منفی حکم نہ لگایا جائے اگر ہم ان کی نیات کو مثبت مفہوم پر حمل کریں گے تو یہ حسنِ ظن کے عظیم درجات میں سے ہے، کیونکہ اس میں مؤمن دوسروں کے راز کو جاننے سے پرہیز کرتا ہے اس پر حکم نہ لگا کر معاملے کو اللہ تعالیٰ اور اس بندے پر چھوڑ دیتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں کسی کے سینے چاک

140- النور: 61

فہرست ملاحظہ فرمائیں00

کر کے اس میں داخل ہو کر چھان بین کرنے کا حکم ہر گز نہیں دیا اور نہ ہی ایسا کوئی حکم نبی کریم ﷺ کی تعلیمات میں ملتا ہے۔ اور مؤمن اگر حسنِ ظن کی عادت ڈالنا چاہتا ہے تو اس کا ایک طریقہ بزرگوں نے یہ بیان کیا ہے کہ وہ اپنے اندر سوء ظن کی آفات اور اس پر عذابِ الٰہی کو یاد کرے۔ مؤمنین میں کوئی خامی و غلطی کو پا کر اسے دوسرے لوگوں تک پہنچانے اور عام کرنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو ایسی غلطیوں سے پاک جانتا ہے اور ایسی پاکائی اور ایسے تزکیہ نفس سے اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں منع کیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: (فَلا تُزَكُّوا أَنْفُسَكُمْ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقَى)[141] سوء ظن جیسے رذیل صفت سے پرہیز اور اجتناب کرنے کے ساتھ ساتھ ہمیں اس سے ملتی جلتی دوسری غیر اخلاقی صفات مثلا: غیبت، بہتان بازی، منفی مذاق، نام اور القاب کو بگاڑ دینا، راز کو افشاں کرنا وغیرہ سے بھی بچنا چاہئے اور ان سے دلوں کو زنگ لگتا ہے اور بہت سے امراضِ قلبی انہی صفاتِ رذیلہ سے پیدا ہوتے ہیں[142]۔

اور آخر میں اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو عبادات اور معاملات میں احسان کرنے کی توفیق عنایت فرمائے اور ہمیں احسان پر استقامت عطا فرمائے۔ آمین

141- النجم:32

142- انظر: حسن الظن وسلامة الصدر بتصريف وتلخيص، لعفاف بنت يحيى.

فہرست ملاحظہ فرمائیں00

باب دوم:

(عام وخاص) مخلوق پر احسان

فہرست ملاحظہ فرمائیں00

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمیں عمومی طور پر اور مطلّقا احسان کا حکم دیا ہے اور اس میں تمام انسانوں کے ساتھ محبت اور اچھے اخلاق کے ساتھ چلنا شامل ہے اور اسی طرح تمام حیوانات کے ساتھ بھی احسان کا حکم شامل ہے جس میں جانورں کو پانی پلانا، کھانا کھلانا اور انہیں قید وبند نہ کرنا شامل ہے۔اسی طرح تمام جمادات کے ساتھ بھی حسنِ سلوک کا امر داخل ہے اور یہ ان تمام باتوں کی تعلیمات ہمیں قرآن کے ساتھ ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت واسوۂ حسنہ اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے طرزِ زندگی سے ملتی ہیں۔ اسلام نے ہمیں عمومی طور پر ہر کسی کے ساتھ احسان کا حکم فرمایا ہے تو خصوصی طور پر والدین، زوجہ، اولاد، بہن، بھائی، بیٹی، یتامیٰ ومساکین کے ساتھ خصوصی طور پر احسان کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے: (وَاعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَبِذِي الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِينِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبَى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ وَابْنِ السَّبِيلِ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُورًا)[143] اور ان خاص طبقات کے ساتھ احسان کرنے کی صورتیں اس باب میں سات فصلوں میں بیان کی جائیں گی۔

143- (النسا:36)

فہرست ملاحظہ فرمائیں00

فصل اول:

والدین کریمین سے احسان:

اللہ تبارک وتعالیٰ نے والدین کے ساتھ احسان کرنے کے حکم کو اپنی عبادت، توحید اور اپنے شکر کے حکم کے ساتھ ملا کر بیان کیا ہے جس سے والدین کی اہمیت اور انکے بلند درجہ کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے: (وَقَضى رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ وَبِالْوالِدَيْنِ إِحْساناً)[144] قرآن پاک میں ایک اور جگہ ارشاد ہے: (أَنِ اشْكُرْ لِي وَلِوالِدَيْكَ إِلَيَّ الْمَصِيرُ)[145]. اور نبی کریم ﷺ نے والدین کے ساتھ نیکی اور احسان کو اعمال میں سے بہترین عمل شمار کیا ہے اور اسے نماز کے بعد کا درجہ دیا گیا ہے جو کہ دین کا اصل ہے اور شعائر اسلام میں سے اہم شعار ہے۔اور نبی کریم ﷺ نے احسانِ والدین اور ان کی خدمت کو جہاد پر فوقیت دی ہے۔ نبی کریم ﷺ سے سوال کیا گیا کہ: اللہ تعالیٰ کے نزدیک کونسا عمل بہترین ہے، توآپ نے کہا نماز کو اپنے مقررہ وقتوں پر ادا کرنا، سوال کیا گیا پھر کونسا ہے، ارشاد ہوا: والدین کے ساتھ نیکی اور اچھائی کرنا، سوال کیا گیا پھر کونسا عمل ہے؟ فرمایا اللہ کی راہ میں جہاد کرنا۔ حدیث کے الفاظ اس طرح ہیں: سئل النّبيّ صلّى الله عليه وسلّم: أيّ العمل أحبّ إلى الله عزّ وجلّ؟ قال:«الصّلاة على وقتها» . قال: ثمّ أيّ؟ قال: «برّ الوالدين» . قال: ثمّ أيّ؟ قال:«الجهاد

144- (الإسراء/ 23)

145- (لقمان/ 14)

في سبيل الله»)[146]۔ والدین کے ساتھ نیکی اور احسان کرنے کا حکم تمام سابقہ امتوں میں بھی رہاہے اور اس کی تعلیم وقتًا فوقتًا لوگوں کو دی گئی ہے اور یہ کام انبیاء علیهم السلام کی اچھی صفات میں سے شمار کیا گیاہے اور اللہ تعالیٰ نے حضرت یحیٰ علیہ السلام کی تعریف کرتے ہوئے ارشادفرمایاہے: (وَبَرًّا بِوالِدَيْهِ وَلَمْ يَكُنْ جَبَّاراً عَصِيًّا)[147]

اور والدین کے ساتھ احسان کی کئی صورتیں ہیں جن میں سے چند کا ذکر یہاں کیا جائے گا:

والدین کے ساتھ احسان کی سب سے پہلی تو صورت یہ ہے کہ ان کا شکر بجا لایا جائے اور ان کے لیئے نظروں کو جھکایا جائے اور کسی بھی طرح ان کی بدنامی کا سبب نہ بنا جائے اور نہ ہی ان کی نافرمانی کی جائے۔ اور نافرمانی سے مراد یہ ہے کہ ان کے جائز مقاصد کے حصول میں کسی قسم کی رکاوٹ نہ بنا جائے اور یہ بات ذہن نشین رہے کہ والدین کے ساتھ کفر وشرک میں مدد کرنا کسی بھی طرح والدین کی نافرمانی میں نہیں آتے۔ اور والدین کے ساتھ نیکی، اچھائی اور احسان کرنا صرف اس صورت میں واجب نہیں کہ وہ مسلمان ہی ہوں، اگر وہ کافر ومشرک بھی ہوں تب بھی ان کے ساتھ احسان اور نیکی کرنے کا حکم دیا گیاہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: (وَوَصَّيْنَا الْإِنْسانَ

146- البخاري، كتاب الأدب، باب ماجاء في باب قول الله تعالى:ووصينا الإنسان بوالديه حسنا، حديث:3/5970،8

147- مريم: 14

بِوالِدَيْهِ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ وَهْناً عَلى وَهْنٍ وَفِصالُهُ فِي عامَيْنِ أَنِ اشْكُرْ لِي وَلِوالِدَيْكَ إِلَيَّ الْمَصِيرُ - وَإِنْ جاهَداكَ عَلى أَنْ تُشْرِكَ بِي ما لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلا تُطِعْهُما وَصاحِبْهُما فِي الدُّنْيا مَعْرُوفاً وَاتَّبِعْ سَبِيلَ مَنْ أَنابَ إِلَيَّ ثُمَّ إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَأُنَبِّئُكُمْ بِما كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ) [148] اور احسان کے حکم میں مبالغہ کا سبب یہ ہے کہ والدین اولاد کے وجود اور اس کی پیدائش کا اولین سبب ہوتے ہیں اور انھوں نے اولاد کے لیئے کئی مصائب و مشاکل کا سامنا کیا ہے چاہے وہ ولادت سے قبل ہوں یا ولادت کے بعد یہاں تک کے یہ چھوٹا سا پانی کا قطرہ تھا اور گوشت کا لوتھڑا بنا اور ولادت کے بعد اس کی تربیت کی یہاں تک کہ وہ ایک چلتا پھرتا انسان بنا۔

اللہ تعالیٰ نے ہمیں ان کے ساتھ رہنے کا حکم دیا ہے اور دنیا میں ان کی اطاعت وفرمانبرداری کا حکم دیا ہے اور امام ابن جریر الطبری اطاعت وفرمانبرداری کی حد بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: اے انسان تو اپنے والدین کے ساتھ رہو اور ہر اس کام میں ان کی فرمانبرداری کرو جس میں تم عند اللہ مسؤول نہیں ہو اور ہر ایسے کام میں اطاعت وفرمانبرداری کرو جو گناہ نہ ہو[149]۔

اس آیت مبارکہ میں والدہ اور والد دونوں کے ساتھ ایک جیسا سلوک کرنے کا حکم دیا گیا ہے لیکن والدہ کی خصوصیت بیان کرتے ہوئے اس کے حمل تا

148- لقمان: 14- 15

149- الطبري: 139/20

فہرست ملاحظہ فرمائیں00

رضاعت کے دنوں کا ذکر کیا گیا ہے اور اس میں اسے پیش آمدہ تکالیف کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔ چنانچہ والدہ کو تین درجات حاصل ہیں اور یہ اس لیئے بھی کہ وہ نفیس وضعیف جنس سے ہے[150]۔ نبی کریم ﷺ نے والدہ کی خدمت اور فرمانبرداری کو والد پر تین درجہ فوقیت دی ہے۔ جب آپ کریم ﷺ سے یہ سوال کیا گیا کہ والدین میں سے نیکی اور احسان کرنے میں زیادہ حقدار کون ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا والدہ پھر سوال کیا گیا کہ اس کے بعد کون حقدار ہے فرمایا تمہاری ولادہ پھر تیسری بار سوال کیا کیا کہ اس کے بعد نیکی اور احسان کا کون زیادہ حقدار ہے تو تیسری بار بھی آپ کریم ﷺ نے فرمایا تمہاری ماں پھر والد کا درجہ بیان فرمایا گیا حدیث کے الفاظ اس طرح ہیں: سئل عن النبي من أبرّ؟ قال: «أمّك» . ثمّ من؟، قال: «أمّك» . ثمّ من؟ قال: «أمّك» ، ثمّ من؟ قال: «ثمّ أباك ثمّ الأقرب فالأقرب».[151]

اور والدین سے احسان کا سب سے بہتریں وقت انکا بڑی عمر کو پہنچنا ہے۔اس وقت ان کی خدمت و محبت کو لازم لیا جائے اور ان کی فرمانبرداری میں کوئی کسر نہ چھوڑی جائے کیونکہ وہ دونوں عمر کے اس حصے میں ہماری محبت، فرمانبرداری، ملازمت اور حسن سلوک کے زیادہ محتاج ہوتے ہیں اور وہ ہم سے بھی اسی طرح کی نیکی اور حسنِ سلوک کی امید رکھتے ہیں جس طرح انہوں نے ہمارے ساتھ ہمارے بچپن میں

150- التحرير والتنوير:158/21

151- سنن الترمذي: أبواب البر والصلة، باب ما جاء في بر الوالدين، حديث1897، 373/3

فہرست ملاحظہ فرمائیں00

نیکی اور حسنِ سلوک کیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن پاک میں جب والدین کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا گیا تو انکی عمر کے اس حصے کا خصوصی ذکر کیا گیا اور اس طرف توجہ دلائی گئی اور کہا گیا یہ عمر کے اس حصے میں والدین کو اف تک بھی نہ کہا جائے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: :(وَقَضَى رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَاناً إِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ أَحَدُهُمَا أَوْ كِلَاهُمَا فَلَا تَقُلْ لَهُمَا أُفٍّ وَلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَهُمَا قَوْلًا كَرِيماً – وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيراً)(152) اور ان سے احسان کی صورت یہ ہے کہ ان کے ساتھ گفتگو کرتے وقت نرم لہجہ اور محبت کا اسلوب اختیار کیا جائے اور اولاد کو چاہیئے کہ والدین کے ہر فرمان اور ہر امر کے آگے اپنے آپکو اور اپنے قول وفعل، سکنات وحرکات وغیرہ کو ذیل و حقیر جان کر سر تسلیم خم کردے اور ان کے آگے (غصے / کی وجہ سے) نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھے بلکہ انکے غیر پسندیدہ کاموں کو درگذر کردے جس طرح انہوں نے اس کے بچپن کی غلطیوں کو درگذر کردیا تھا۔

اور والدین کے ساتھ اخلاقی اور دینی طور پر احسان کی یہ صورت ہے کہ اولاد ان کے لیئے ہر وقت اور ہر لمحہ رحمت ومغفرت اور خیر وعافیت کی دعا کرے۔ اگر والدین وفات پاچکے ہوں تو ان کے لئے خصوصی مغفرت اور بلند درجات کی دعا کرنی چاہیئے۔ علامہ طاہر بن عاشور لکھتے ہیں کہ: اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمیں والدین کے لیئے رحمت کی دعا کرنے کا حکم فرمایا ہے اور یہ وہ رحمت ہے جو اولاد خود نہیں دے سکتی بلکہ یہ

152- الإسراء: 23- 24

فہرست ملاحظہ فرمائیں00

اللہ تعالیٰ سے دعا کے ذریعے ہی طلب کی جاسکتی ہے اور آیت میں دو رحمتوں کا ذکر کیا گیا ہے "الذل من الرحمۃ" اور اس سے مراد اولاد کی والدین کے لیئے وہ رحمت اور نرمی ہے جو وہ اپنے والدین کے سامنے ظاہر کرتے ہیں۔ اور دوسری رحمت وہ ذکر کی گئ جو اللہ تعالیٰ سے طلب کی جارہی ہے "رب ارحمھما" اور یہاں سے اللہ تعالیٰ کی رحمت کی طرف انتقال ورجوع کیا گیا ہے۔ اور یہاں اس بات کی طرف توجہ دلائی گئ ہے کہ: جب اولاد اپنے والدین کے ساتھ محبت کرے تو یہ محبت اسے والدین کے ساتھ نیکی اور احسان کرنے کا حکم دیتی ہے اور وہ نیکی دو قسم کی ہوتی ہے ایک وہ جو اس کے والدین جانتے ہیں اور دوسری نیکی وہ (دعاء رحمت) جو اسکے والدین نہیں جانتے یہاں تک کہ وہ وفات پائیں۔ اور حدیث شریف میں ایسی اولاد جو والدین کے لیئے ان کے وصال کے بعد رحمت و مغفرت کی دعا کرے اچھی اور فائدہ مند چیزوں میں شمار کی گئ ہے۔ ارشاد ہے: (خير ما يخلف الرجل من بعده ثلاث: ولد صالح يدعو له، وصدقة تجري يبلغه أجرها، وعلم يعمل به من بعده) [153] [154] اور والدین کے ساتھ نیکی اور کامل محبت یہ ہے کہ والدین کے رشتہ داروں، دوستوں اور انکے محبین سے اچھائی اور نیکے کا سلوک کیا جائے

153- ابن ماجة، افتتاح الكتاب في الإيمان وفضائل الصحابة والعلم، باب:ثواب معلم الناس الخير. حديث:241، 88/1

154- التحرير والتنوير: 72/15

فہرست ملاحظہ فرمائیں00

حدیث میں آیا ہے: روي عن ابن عمر: أنه قال: إني سمعت رسول الله – صلى الله عليه وسلم –: «يقول إن من أبر البر صلة الرجل أهل ود أبيه، بعد أن يولي»(155).

نبی کریم ﷺ ہمارے لیئے ہر کام اور ہر عمل میں اسوۂ حسنہ ہیں اور نبی کریم ﷺ کی زندگی مبارک میں ہمیں ایسے احوال وواقعات ملتے ہیں جن سے والدین کے ساتھ احسان اور نیکی کا درس ملتا ہے۔ مثلاً: آپ ﷺ کا اپنی رضائی والدہ کے لئے اپنی چادر بچھانا اور اس کی عزت وتکریم کرنا۔ حدیث میں یہ قصہ یوں بیان ہوا ہے: وعن أبي الطّفيل – رضي الله عنه – قال: «رأيت رسول الله صلّى الله عليه وسلّم يقسّم لحما بالجعرانة وأنا غلام شابّ فأقبلت امرأة فلمّا رآها رسول الله صلّى الله عليه وسلّم بسط لها رداءه فقعدت عليه، فقلت: من هذه؟ قالوا: أمّه الّتي أرضعته(156) اسی طرح نبی کریم ﷺ کی عادت مبارکہ تھی کہ وہ اپنے آباء واجداد کے ساتھ احسان بلکہ ہمیشہ احسان اور نیکی کا برتاؤ کیا کرتے مثلاً: آپ ﷺ اپنے والدین کے لیئے بعد وصالھما ان کی قبور مبارکہ کی زیارت کرتے رہتے تھے اور زیارت کے وقت شدت سے رویا کرتے تھے یہاں تک کہ پاس موجود صحابہ بھی رونا شروع ہوجاتے تھے اور اپنے والدین کے لئے دعافرماتے تھے۔ حدیث میں ہے: روي عن أبي هريرة – رضي الله عنه –

155- مسلم، كتاب البر والصلة والآداب، باب صلة أصدقاء الأب والأم، ونحوهما حديث: 2552، 1979/4

156- أبو داود، أبواب النوم، باب في بر الوالدين، حديث5144، 337/4

فہرست ملاحظہ فرمائیں00

قال: زار النّبيّ صلّى الله عليه وسلّم قبر أمّه، فبكى وأبكى من حوله فقال: «استأذنت ربّي في أن أستغفر لها فلم يؤذن لي، واستأذنته في أن أزور قبرها فأذن لي، فزوروا القبور، فإنّها تذكّر الموت») [157]

فصل دوم: عورتوں سے احسان:

اللہ تبارک وتعالیٰ نے گھر کی اصلاح کا حکم فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے: (قُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا) [158]۔جب نبی کریم ﷺ کے پاس دور کے رہائشی صحابہ کا ایک گروہ علم دین حاصل کرنے کے لیئے تقریباً بیس دن تک رہااور جب انہوں نے واپسی کا ارادہ ظاہر کیا توآپ کریم ﷺ نے انہیں اپنے اہل تک اس علم کو پہنچانے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا: «ارْجِعُوا إِلَى أَهْلِيكُمْ، فَعَلِّمُوهُمْ وَمُرُوهُمْ، وَصَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي، وَإِذَا حَضَرَتِ الصَّلاَةُ، فَلْيُؤَذِّنْ لَكُمْ أَحَدُكُمْ، ثُمَّ لِيَؤُمَّكُمْ أَكْبَرُكُمْ»[159]

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی حکمتِ بالغہ سے نوع انسان کو مرد و عورت میں تقسیم فرمایاہے اور عورت مختلف صورتوں اور مختلف رشتوں میں ہمارے ارد گرد ہوتی ہے۔ کبھی وہ والدہ جیسے پاک رشتے میں ہوتی ہے، اور کبھی بیوی کی صورت میں ہوتی

157- مسلم، كتاب الجنائز، باب: باب استئذان النبي صلى الله عليه وسلم ربه عز وجل في زيارة قبر أمه حديث:976.

158- التحريم:6

159- البخاري:كتاب الأدب، باب رحمة الناس والبهائم، حديث:6008، 9/8

ہے اور کبھی بہن اور کبھی بیٹی کی صورت میں ہوتی ہے اور کبھی ربیبہ (منکوحہ کی پہلی اولاد) کی صورت میں ہوتی ہے اور چونکہ والدہ کے ساتھ احسان کا ذکر پچھلی فصل میں مفصلا ہو چکا ہے اس لیئے اس فصل میں فقط بیوی، بہن اور ربیبہ سے احسان کی صورتوں کو بیان کیا جائے گا باقی بیٹی سے احسان کی صورتوں کو فصل بعنوان "اولاد سے احسان" میں بیان کیا جائے گا۔ان شاء اللہ تعالی۔

فصل دوم:

زوجہ محترمہ سے احسان:

جیسا کہ پیچھے بیان ہو چکا ہے کہ احسان کا ذکر عموماً اور خصوصاً دونوں طریقوں سے دیا گیا ہے۔اور ان ہی خصوصی احکامات میں زوجہ کے ساتھ احسان کرنا بھی شامل ہے۔اللہ تبارک وتعالیٰ نے میاں بیوی کو اپنی قدرت کی نشانیوں میں شمار کرتے ہوئے بتایا ہے کہ یہ رشتہ باہمی تسکین اور حصولِ محبت کے لیئے اور رحمت کے لیئے ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: (وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجاً لِتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً وَرَحْمَةً) [160] اور نبی کریم ﷺ نے مردوں کو عورتوں کے بارے میں وصیت فرمائی ہے اور ان کے ساتھ درگذر، نرمی اور احسان کا رویہ برتنے کا حکم دیتے

160- الروم/ 21

ہوئے فرمایا ہے: «استوصوا بالنّساء؛ فإنّ المرأة خلقت من ضلع، وإنّ أعوج شيء في الضّلع أعلاه، فإن ذهبت تقيمه كسرته، وإن تركته لم يزل أعوج، فاستوصوا بالنّساء»[161]

زوجہ کو اچھی تعلیم وتربیت دینے کے بعد احسان یہ ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف توجہ دلائی جائے اور اس پر اپنے مال میں سے حتی المقدور حصہ خرچ کیا جائے، کیونکہ کتاب اللہ میں انفاق یعنی مال خرچ کرنے کو ہی مرد و عورت کے درمیان فارق بیان کیا گیا ہے۔ارشاد ربانی ہے: (الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ بِمَا فَضَّلَ اللَّهُ بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ وَبِمَا أَنْفَقُوا مِنْ أَمْوَالِهِمْ)[162] اس حکم میں مناسب خرچ ادا کرنا شامل ہے نہ اس میں حد سے زیادہ کنجوسی کی جائے اور نہ ہی اتنا زیادہ خرچ کیا جائے کہ خود کنگال اور فقیر بن جائے بلکہ معتدل اور وسعت کے حساب سے خرچ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ارشاد ربانی ہے: (وَمَتِّعُوهُنَّ عَلَى الْمُوسِعِ قَدَرُهُ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهُ مَتَاعًا بِالْمَعْرُوفِ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِينَ)[163] اور نبی کریم ﷺ نے سب سے پہلا حق جو مرد پر عورت کا ہے وہ یہ کہ اس کو اچھے کپڑے مہیا کرے اور مناسب طعام فراہم کرے اس مال میں سے جو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کو دیا ہے اور یہ سارے اعمال فقط رضائے رب کے لیئے ہی ہوں نہ کہ رضائے زوجہ، کیونکہ یہ حقوق اللہ کی طرف سے مقرر کردہ ہیں۔ نبی کریم ﷺ

161- البخاري- كتاب أحاديث الأنبياء: باب باب خلق آدم صلوات الله عليه وذريته، حديث:3331، 131/4

162- النساء:34

163- البقرة:236

فہرست ملاحظہ فرمائیں00

سے دو مردوں نے سوال کیا کہ عورت کا مرد پر کیا حق ہے؟ فرمایا: جب خود کھائے تو اسے بھی کھلائے، جب خود پہنے تو اسے بھی پہنائے، اور اس کے چہرے پر نا مارے، اور اسے قبیح نہ جانے اور نا ہی اسے گھر کے ایک کونے میں چھوڑ دے (جس طرح بے فائدہ چیز کو چھوڑا جاتا ہے)[164]۔ اور یہ احسان کی تمام صورتیں معتدل حدود میں ہوں نہ بخل کیا جائے اور نہ ہی حد سے تجاوز ارشاد باری تعالیٰ ہے: :(وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُولَةً إِلَى عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوماً مَحْسُوراً)[165] نبی کریم ﷺ نے زوجہ پر خرچ کرنے کی ترغیب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے کہ سب سے اچھا مال وہ ہے جو وہ اپنے گھر والوں پر خرچ کرتا ہے۔ ارشاد نبوی ہے: (أَفْضَلُ دِينَارٍ يُنْفِقُهُ الرَّجُلُ دِينَارٌ يُنْفِقُهُ عَلَى عِيَالِهِ) [166]

اپنی زوجہ کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے کی ترغیب آپ ﷺ نے اس طرح دی کہ اگر تم میں سے کوئی شخص اپنی بیوی کو پانی پلاتا ہے تو اسے اجر و ثواب دیا جائے گا۔ حدیث کے الفاظ ہیں: (إِنَّ الرَّجُلَ إِذَا سَقَى امْرَأَتَهُ مِنَ الْمَاءِ أُجِرَ)[167] اس حدیث مبارکہ میں ایک دوسرے کے ساتھ باہمی مدد و تعاون کی ترغیب دی گئی ہے کیونکہ ایسا

164- سنن ابن ماجة، كتاب النكاح، باب حق المرأة على الزوج، حديث1850، 593/1

165- سورة الإسراء: 29

166- مسلم، كتاب الزكاة، باب فضل النفقة على العيال والمملوك، وإثم من ضيعهم أو حبس نفقتهم عنهم، حديث994، 691/2

167- مسند أحمد، حديث:17155، 386/28

کرنے سے جانبین میں پیار و محبت زیادہ ہوتا ہے اور جب زوجین کے درمیان پیار اور محبت زیادہ ہو جائے تو وہ اپنی زندگی کو اچھے طریقے سے گذارنا شروع کردیتے ہیں اور اسی وجہ سے ان کی اولاد بھی اچھی تربیت حاصل کرتی ہے جو آگے جاکر معاشرے کے لیئے مفید فرد ثابت ہوتی ہے۔

زوجہ سے احسان کی صورت یہ ہے کہ شوہر کبھی بھی اپنے گھر میں جاسوسی کی غرض سے اچانک داخل نہ ہو کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمیں تجسّس سے منع فرمایا ہے اور نہ ہی شوہر اپنی عورت کے لیئے اپنے دل میں کسی قسم کا شک پیدا کرے کیونکہ شوہر وبیوی دونوں ایک دوسرے کا لباس ہیں انہیں چاہیئے کہ ایک دوسرے کی بدنامی سے اجتناب کریں۔ ارشاد ہے: (هُنَّ لِبَاسٌ لَكُمْ وَأَنْتُمْ لِبَاسٌ لَهُنَّ) [168]

اور زوجہ (مدخول علیہا) سے احسان کی ایک صورت یہ بھی ہے اس کی پہلی شادی سے پیدا ہونے والی اولاد (ربیبہ) کی تربیت کا اہتمام کرے اور انہیں بھی اپنی اولاد ہی کی طرح گرجانے۔ کیونکہ یہ عورت (ربائب/ربیبہ) محرمات ابدیہ میں سے ہے اور وہ حکم میں اپنی بیٹیوں کی طرح ہی ہیں۔ چنانچہ انکی حرمت کا بیان اس ارشاد باری تعالیٰ میں ہے: (وَرَبَائِبُكُمُ اللَّاتِي فِي حُجُورِكُمْ مِنْ نِسَائِكُمُ اللَّاتِي دَخَلْتُمْ بِهِنَّ) [169] اگر تعلیماتِ اسلام پر نظر دوڑائی جائے تو ہمیں یہی درس ملتا ہے کہ ہر ایک کے ساتھ اچھا سلوک کیا

168- البقرۃ: 187

169- النساء:23

جائے اور ہر ایک کی عزت و تکریم کی جائے اور ربیبہ زیادہ حقدار ہے کہ اس سے عزت و تکریم اور حسنِ سلوک کا طریقہ اختیار کیا جائے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے بھی اپنی ربیبہ بچیوں کی تربیت کی اور انکی شادی بیاہ کے اخراجات خود اٹھائے۔ اور ہمیں بھی چاہیئے کہ اسوۂ حسنہ پر عمل پیرا ہو کر ربیبہ کی تربیت اور اس کے اخراجات اور ان کے ساتھ حسنِ معاشرت و حسنِ سلوک سے پیش آئیں اور یہ جاننا چاہیئے کہ زوجہ کے ساتھ اچھائی کرنے اور احسان کرنے میں یہ بھی شمار ہے کہ اس کی پہلی اولاد کے ساتھ اچھائی اور نیکی کی جائے۔ اور ربیبہ کو بھی چاہیئے کہ اپنی والدہ کے زوج سے نیکی اور حسنِ سلوک سے پیش آئے اور اسکی عزت و تکریم کرے۔

عورت کے ساتھ احسان کی صورت یہ بھی ہے کہ اسے ایامِ حیض میں بالکل دور رہنے اور اسے چھوڑ دینے سے اجتناب کرے بلکہ اتنی ہی دوری برتی جائے جتنی قرآن پاک میں بیان کی گئی ہے یعنی جماع وغیرہ سے بچنا چاہیئے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: (فَاعۡتَزِلُوا النِّسَاءَ فِي الۡمَحِيضِ) [170] کیونکہ بالکل دوری اور اجتناب کرنا یہود کا عمل ہے لیکن اسلام دینِ فطرت ہے اس لیئے اسلام نے حالتِ حیض میں فقط جماع سے ہی روکا ہے اور وہ بھی یہاں تک کہ وہ اچھی طرح پاک ہو جائے۔

170- البقرة: 222

اور یہ عمل ثابت شدہ ہے کہ حالتِ حیض میں جماع کرنے کے متعدد ومتعدی نقصانات ہیں، جو کہ بیماریوں کی شکل میں ظاہر ہوتے ہیں ان میں سے کچھ مرد اور کچھ عورت تو کچھ نقصانات اور بیماریاں پیدا ہونے والے بچے کو ہوسکتی ہیں[171]۔

مرد وعورت کے لیئے جب ساتھ رہنا دشوار ہوجائے تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے انہیں طلاق، خلع وغیرہ کے ذریعے الگ ہونے کا راستہ دیا ہے۔ اور اگر مرد عورت کو طلاق دے تو اسے چاہیئے کہ وہ اچھے طریقے سے اپنی عورت کو طلاق دے کر رخصت کرے اور طلاقِ مسنونہ ہی دے۔ عدت کے دوران عورت کا نان ونفقہ مرد ادا کرے گا اور جو کچھ بھی اپنی عورت کو ہدیہ کیا ہے یا مہر وغیرہ دیا ہے اس میں سے کچھ بھی واپس نہ لیا جائے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔(الطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَأْخُذُوا مِمَّا آتَيْتُمُوهُنَّ شَيْئًا إِلَّا أَنْ يَخَافَا أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ) [172] چاہے یہ مال (تحائف وہدایہ) کتنا بھی زیادہ ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے: (وَآتَيْتُمْ إِحْدَاهُنَّ قِنْطَاراً فَلَا تَأْخُذُوا مِنْهُ شَيْئاً أَتَأْخُذُونَهُ بُهْتَاناً وَإِثْماً مُبِيناً) [173] اور طلاق اور عدت کے دوران عورت کا مرد پر احسان یہ ہے کہ: عورت وہ عدۃ کے دوران اگر حمل ظاہر ہو تو اسے چھپانے یا اسے نقصان دینے سے اجتناب کرے اور حقیقت بیان کرے۔ ارشاد

171- انظر: التحرير والتنوير، 366/2

172- البقرة: 229

173- النساء:20

باری تعالیٰ ہے: (وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ أَنْ يَكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللَّهُ فِي أَرْحَامِهِنَّ إِنْ كُنَّ يُؤْمِنَّ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ).(البقرة:228)

چونکہ مرد و عورت کے درمیان یہ رشتہ نکاح کی وجہ سے ہوتا ہے اور جب طلاق واقع ہو تو یہ رشتہ باقی نہیں رہتا۔ اور طلاق و تکمیلِ عدت کے بعد عورت کو یہ حق حاصل ہوتا ہے کہ وہ کسی بھی دوسرے مرد سے اپنی مرضی سے شادی کر سکے۔ اس معاملے میں پہلے شوہر کو یا اس کے گھر والوں کو ہرگز دوسرے نکاح میں رکاوٹ نہیں بنانا چاہئے اور نہ ہی اسے کسی قسم کی غیرت آنی چاہیے اگر ایسا کیا گیا تو یہ اس عورت پر ظلم ہوگا اور گناہ کا کام ہے جس سے اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن پاک میں منع فرمایا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: (وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَأَمْسِكُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ أَوْ سَرِّحُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ وَلَا تُمْسِكُوهُنَّ ضِرَارًا لِتَعْتَدُوا وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ) [174] اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: (وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ أَنْ يَنْكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ إِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوفِ ذَلِكَ يُوعَظُ بِهِ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَلِكُمْ أَزْكَى لَكُمْ وَأَطْهَرُ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ) [175] علامہ ابن عاشور رقم طراز ہیں: ایسا کرنا (یعنی عورت کے بعد از طلاق و عدت دوسرے نکاح میں رکاوٹ بننا) جاہلیت کی عادات میں سے ہے۔ جاہلیت کے وقت اگر کسی شخص کی اپنی بیوی کے ساتھ نہیں

174- البقرة 231

175- البقرة:232

فہرست ملاحظہ فرمائیں 00

لگتی تھی تو وہ اسے طلاق دے کر آزاد بھی نہیں کرتا تھا یہ اس خوف سے کہ وہ کسی اور مرد کے نکاح میں نہ آجائے۔ اور پھر وہ قسم کھالیتا تھا کہ اس کے قریب نہیں جائے گا (یہ تمام کام اس لیئے کرتے تھے تاکہ عورت پر ظلم وجبر کر کے اسے اپنے یہاں قید رکھیں)۔

فصل سوم:
ہمشیرہ (بہن) سے احسان:

اسلام نے عورت کو بہن کی صورت میں بھی اس کے حقوق فراہم کئے ہیں اور اس کی تربیت و تعلیم کے ساتھ ساتھ اس کی حفاظت ونگہبانی کرنے کی بھی وصیت کی ہے۔ ہمارے معاشرے میں والدین اور بیوی اور اولاد کے حقوق تو ہر کسی کو یاد ہوتے ہیں اور ان کا حتی الوسعت اہتمام بھی کیا جاتا ہے جو کہ ایک اچھی بات ہے لیکن افسوس یہ ہے کہ ان سب کے مقابلے میں بہن کے حقوق کا خیال نہ ہونے کے برابر ہوتا ہے، اس کا سب سے بڑا سبب یہ ہے کہ لوگ بہن کے حقوق سے ناواقف اور جاہل ہیں اور یہ جہل اتنا زیادہ ہو گیا ہے کہ اسے اسلام کا مقرر کردہ حقِ وراثت بھی نہیں دیا جاتا۔ بہن کو وراثت میں سے حصہ دینا واجب ہے۔ لیکن وراثت کے بعد اسلام نے جو بہن کے ساتھ احسان کی صورتین بیان فرمائی ہیں وہ درج ذیل ہیں:

بہن سے احسان کی صورت یہ ہے کہ اس کی اچھی تربیت کی جائے اور اسے اچھے اخلاق اور زندگی بسر کرنے کا مہذب اسلوب سکھایا جائے۔ اس کے لئے ضروری

فہرست ملاحظہ فرمائیں00

نہیں کہ والد فوت ہو جائے تو اس کے بعد بھائی کی ذمہ داری ہو گی کہ وہ بہن کی تربیت میں کوشش کرے۔ بلکہ والد کی موجودگی میں بھی بھائی کو چاہیئے کے بھن کو اچھی اچھی باتوں کی تربیت دے اور اچھے کاموں کی ترغیب دے اور اسے وعظ ونصیحت اور ہدایت وارشاد کرتا رہے اور اسے دین ودنیا کے فوائد سے واقف کرے۔ والد کی وفات کے بعد بھائی پر شرعی طور پر بہن کی کفالت اور اسکی دیکھ بھال کرنا واجب ہوتا ہے۔ اس وقت بھائی پر واجب ہوتا ہے کہ وہ بہن کی تربیت کرے۔ نبی کریم ﷺ نے صریح الفاظ میں بھائی کو بہن کی کفالت اور تربیت کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا ہے: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من كان له ثلاث بنات أو ثلاث أخوات, أو بنتان أو أختان فأحسن صحبتهن، واتقى الله فله الجنة."[176] اسی طرح بہن پر احسان کی یہ بھی صورت ہے کہ بھائی اس کی کفالت کرے اور اسے نان ونفقہ فراہم کرے اور اس کی جائز خواہشات کو پورا کرنے کی حتی الوسعت کوشش کرے اور خصوصی طور پر جب بھائی کا ہاتھ کشادہ ہو تو اس وقت بہن پر خرچ کرنے میں کسی قسم کا بخل نہیں کرنا چاہیئے۔

اور بہن پر احسان یہ ہے کہ اس کی فقط مادی اور مالی طور پر مدد کرنے پر اکتفی نہ کیا جائے بلکہ اس کی معنوی یعنی اخلاقی اور فکری طور پر بھی بھرپور مدد کی جائے اور اسے

176- سنن الترمذي، أبواب البر والصلة، باب ما جاء في النفقة على البنات والأخوات، حديث:1916، 382/3

کسی نفسیاتی بیماری یا احساسِ کمتری میں مبتلا ہونے سے بچائے۔ یہ اس طرح ممکن ہے کہ وہ بہن سے محبت، پیار اور نرمدلی سے بات چیت کرے اور اس سے وقتا فوقتا حال احوال معلوم کرتا رہے، کیوں کہ یہی وہ طریقہ ہے جس سے کوئی بھی عورت اپنے لیئے خوشی، راحت اور اطمینان سمجھتی ہے اور اس سے عورت کے اندر ایک نفسیاتی قوت پیدا ہوتی ہے اور وہ اپنے اندر احساس کمتری کو مٹادیتی ہے۔

بھائی کو یہ بات مدِ نظر رکھنی چاہیئے کہ بہن شادی کے بعد بھی بہن ہی رہتی ہے اور بہن کی شادی کے بعد اس سے احسان یہ ہے کہ اس کے ساتھ رشتہ کو مضبوط تر کرنے کے لیئے مسلسل رابطہ قائم رکھا جائے اور بہن کے مشکل و تنگدستی کے حالات اور مسکینی و غربت میں اس کی مالی مدد کی جائے اور صدقہ وغیرہ کسی اور کو دینے کے بجائے اپنی بہن کو دیا جائے۔

اور بہن کے ساتھ احسان یہ بھی ہے کہ اس کی عزت اور شان کی حفاظت اور تکریم کی جائے اور اگر کوئی اس پر بہتان وغیرہ لگانے کی کوشش کرے یا کوئی اسے کسی بھی قسم کا نقصان دینے کی کوشش کرے تو بھائی کا ذمہ ہے کہ وہ اپنی بہن کا بھرپور دفاع کرے اور اگر کوئی اس کے شرعی حقوق غصب کر رہا ہے تو بھائی کا ذمہ ہے کہ وہ اسے اس کے حقوق دلانے میں مدد کرے۔ اگر خدانہ خواستہ کسی کی بہن کا اس کے شوہر کے ساتھ رہنا مشکل ہو جائے اور اس کا شوہر اسے اسکے حقوق دینے سے قاصر رہے اور باوجود اقرباء کی کوششوں سے وہ دونوں اللہ کی حدود قائم نہ کر سکیں اور واحد حل طلاق

فہرست ملاحظہ فرمائیں00

ہی ہو تو بھائی کو چاہیے کہ وہ اپنی بہن کے ساتھ اسی طرح محبت وپیار اور حسنِ سلوک کے ساتھ زندگی بسر کرنا شروع کردے جس طرح وہ پہلے زندگی بسر کیا کرتے تھے اور اسی طرح اپنی بہن کا دفاع کرے جس طرح شادی سے پہلے کیا کرتا تھا کیوں کہ شادی سے پہلے بھی وہ اسی کی بہن تھی اور شادی کی تب بھی وہ اسی کی بہیں تھی اور بعد از طلاق بھی وہ اسی کی بہن ہوتی ہے اور اس کے ساتھ حسنِ سلوک بھائی کا ذمہ ہوتا ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ آج کل ہمیں ان تعلیمات پر عمل کرنے کی سخت ضرورت ہے تاکہ ہمارا معاشرہ ایک اچھا معاشرہ بن سکے اور ہم اس معاشرے میں اچھی طرح زندگی بسر کر سکیں اور ایک دوسرے کے ساتھ پیار و محبت کے ساتھ زندگی کے دن گذار سکیں۔

فصل چھارم:
پیاری اولاد سے احسان:

اولاد دنیا کی نعمتوں میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے اولاد کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا ہے: ((يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ)[177] اور اسلام نے تربیتِ اولاد اس نہج میں کرنے کا حکم دیا ہے کہ وہ دنیا میں بھی کامیابی وکامرانی سے زندگی بسر کرے اور آخرت میں بھی عذابِ الٰہی اور جہنم کی آگ سے بچ سکے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: (يَأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنْفُسَكُمْ

177- النساء:11

وَأَهْلِيكُمْ نَاراً)[178] اللہ تبارک وتعالیٰ نے اولاد اور گھر کے افراد کو نصیحت اور ہدایت و ارشاد کرنے کا خاص حکم دیتے ہوئے فرمایا: (وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلَاةِ)[179] اور نبی کریم ﷺ نے اولاد کو ادب اور تہذیب سکھانے کی ترغیب دی اور اولاد کی تربیت کو صدقہ شمار کیا ہے اور اسے مال ودولت کے صدقہ سے بہتر قرار دیا ہے اور فرمایا ہے:

((لأن يؤدب الرجلُ ولده خيرٌ من أن يتصدق بصاع))[180].

اولاد اللہ تبارک وتعالیٰ کی ایسی عظیم نعمت ہے کہ اس کا اندازہ وہ ہی لگا سکتا ہے جو اس نعمت سے محروم ہو۔ نبی کریم ﷺ نے اولاد کے حصول وطلب کرنے کی ترغیب دی ہے، جب نبی کریم ﷺ سے کسی شخص نے ایسی عورت کے بارے میں پوچھا جو صاحبہ حسن وجمال اور مال دولت ہو لیکن اولاد پیدا کرنے کی طاقت نہ رکھتی ہو تو کیا ایسی عورت سے شادی کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں۔ دوسری مرتبہ پوچھا تو یہی جواب ملا جب تیسری مرتبہ اس شخص نے یہی سوال دہرایا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ایسی عورتوں سے نکاح کرو جو زیادہ اولاد پیدا کرنے کی صلاحیت رکھتی ہوں...

حدیث کے الفاظ اس طرح ہیں: عندما سأله الرجل إِنِّي أصبتُ امرأةً ذاتَ حسبٍ وجَمال، وإنَّها لا تلِد، أفأتزوَّجُها؟ فقال النبي صلى الله عليه وسلم: ((لا)) ثم أتاه الثانية فنهاه، ثم

178- التحريم:6

179- طه: 132

180- سنن الترمذي، أبواب البر والصلة، باب ماجاء في أدب الولد، حديث:1953

فہرست ملاحظہ فرمائیں00

أتاه الثالثة، فقال: ((تزوّجوا الودود الولود؛ فإنّي مُكاثر بكم الأمم)) [181]۔اسلام نے قبل از ولادت اولاد کی حفاظت کا حکم دیا ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے اولاد کو کسی بھی طریقے اور کسی بھی خوف سے قتل کرنے کی ممانعت فرمائی ہے اور ایسے عمل کو حرام قرار دیتے ہوئے فرمایا ہے: («وَلا تَقْتُلُوا أَوْلادَكُمْ خَشْيَةَ إِمْلاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَإِيَّاكُمْ) [182] اور خصوصی طور پر بیٹی کو قتل کرنا جو کہ جاہلیت کے دور کا ایک قبیح ترین عمل تھا اور آج بھی کئی نام نہاد ترقی یافتہ ملکوں میں کئی مختلف طریقوں سے زیرِ عمل ہے۔ اسلام نے اپنی ابتدا ہی سے اولاد کا قتل ممنوع قرار دیا اور عورتوں کی بیعت کو حفاظتِ اولاد سے مشروط کیا گیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: (يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يُبَايِعْنَكَ عَلَى أَنْ لَا يُشْرِكْنَ بِاللَّهِ شَيْئًا وَلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِينَ وَلَا يَقْتُلْنَ أَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَأْتِينَ بِبُهْتَانٍ يَفْتَرِينَهُ بَيْنَ أَيْدِيهِنَّ وَأَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِينَكَ فِي مَعْرُوفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ) [183] اور حفاظتِ جان کے بعد حفاظت جسم اور ایمان کا بھی درس دیا گیا اور بچوں کے درمیان دورانِ تربیت کسی قسم کی تقسیم و تفریق کے بغیر دینی اور دنیاوی معاملات کی

181- سنن أبي داود، كتاب النكاح، باب النهي عن تزويج من لم يلد من النساء، حديث:2050، 220/2، سنن أبي داود، المؤلف: أبو داود سليمان بن الأشعث بن إسحاق بن بشير بن شداد بن عمرو الأزدي السِّجِسْتاني (المتوفى: 275هـ)، المحقق: محمد محيي الدين عبد الحميد، الناشر: المكتبة العصرية، صيدا – بيروت.

182- المائدة:151

183- الممتحنة: 12

تعلیم وتربیت کا حکم دیا گیا۔ اسلام میں تربیتِ اولاد کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ اسلام نے نیک اور صالحہ عورت سے شادی کرنے کی تعلیم دی ہے تاکہ وہ مستقبل میں پیدا ہونے والی اولاد کی اچھی پرورش اور تربیت کر سکے۔ والدہ بچوں کے لیے سب سے پہلی درس گاہ ہوتی ہے جہاں پر بچے تربیت حاصل کرنا شروع کرتے ہیں۔ اور اس شروعاتی تربیت کا تعلق مستقبل میں نیک وبد ہونے سے ہے۔ اولاد تو معصوم ہوتی ہے اور وہ فطرتی تقاضاؤں اور فطرتی نظریات کے مطابق پیدا ہوتی ہے جب والدین اس کی تربیت شروع کریں تو اس کا ہدف فطرت اور اس سے متعلق اعمال وعقائد کی حفاظت ہو اور بچے کو فطرتی تقاضاؤں کے مطابق تربیت دیں۔ حدیث پاک میں آیا ہے کہ ہر بچہ فطرت کے مطابق پیدا ہوتا ہے پھر اس کے والدین (فطری تقاضاؤں سے ہٹ کر اس کی تربیت کرتے ہیں اور) اسے یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنادیتے ہیں۔ حدیث کے الفاظ اس طرح ہیں: ((كلُّ مولودٍ يُولدُ على الفطرة، فأبواه يهودانه، أو ينصرانه، أو يمجسانه)) [184]

اولاد سے احسان یہ ہے کہ والدین حفاظت حمل کے بعد جب ولادت ورضاعت کے مراحل آئیں تو بچے کی تربیت اور پرورش کا اچھی طرح اہتمام کریں اور والدین میں سے ہر ایک اپنی ذمہ داری کو پورا کرنے کی حتی الوسعت کوشش کرے۔ اور اس پرورش وتربیت کی ابتدا اولاد کے لیئے مناسب نام کے اختیار سے ہوتی

184- البخاري: كتاب الجنائز، باب ما قيل في أولاد المشركين ، حديث:1385، 100/2

فہرست ملاحظہ فرمائیں OO

ہے۔ حدیث شریف میں اس طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ بچے کا نام اچھا رکھا جائے اور بہترین نام وہ ہے جو اللہ کی عبودیت پر دلالت کرے مثلا عبداللہ/ عبدالرحمٰن وغیرہ حدیث شریف میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ: قال رسولُ الله – صلَّى الله عليْه وسلَّم -: ((إنَّ أحبَّ أسمائِكم إلى الله: عبد الله وعبد الرحمن))[185] اور یہ حق اور ذمہ والد کا ہے کہ وہ اپنی اولاد کا بہترین نام رکھے لیکن احسان اور حسنِ معاشرت یہی ہے کہ اپنی زوجہ سے بھی مشورہ کرے یا مکمل طور پر اسے اختیار دینا چاہے تو بھی درست ہے۔ نام رکھنے کے مرحلے کے بعد سر منڈانے کا مرحلہ آتا ہے اور عقیقہ کا مرحلہ آتا جسے ادا کرنا بھی اولاد پر احسان شمار ہوتا ہے ارشادِ نبوی ہے: (كلُّ غُلام مرتَهَنٌ بِعقيقتِه تُذْبَح عنْه يوم سابعِه، ويُحلق رأسه ويسمَّى)[186] اس کے بعد اس کے بالوں کے ہم وزن چاندی جتنا صدقہ کرنا۔ ارشاد نبوی ہے: وتصدَّقي بوزْن شعْرِه من فضَّة على المساكين والأَوْفاض)[187]؛ نومولود کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہنا بھی نبی کریم ﷺ کی سنت مبارکہ ہے آپ ﷺ نے امام حسن علیہ السلام کے کان مبارک میں اذان دی «أذن في أذن الحسن بن علي حين ولدته فاطمة

185- مسلم، كتاب الآداب، باب النهي عن التكني بأبي القاسم وبيان ما يستحب من الأسماء حديث:2132، 1683/3

186- سنن ابن ماجه، كتاب الذبائح، باب العقيقة، حديث3165، 1055/2

187- مسند أحمد، حديث: 27183، 163/45

بالصلاة»[188]؛ چھٹی چیز جو بچوں کے حقوق میں سے ہے اور ایک مستحب و معمول بہ عمل ہے وہ تحنیک ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ بچے کی گھٹی میں/منہ میں کسی نیک اور صالح شخص کی کھائی ہوئے چیز ڈالنا/چٹانا چاہے وہ نیک آدمی اس کے اجداد میں سے ہی ہو۔ نبی کریم ﷺ کا بھی یہی معمول تھااور صحابہ بھی نبی کریم ﷺ کے منہ مبارک کے پانی مبارک اپنے نو مولود بچوں کو سے تبرک حاصل کرایا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک روایت میں ہے: روي عن أسماء رضي الله عنها: أنها حملت بعبد الله بن الزبير، قالت: فخرجت وأنا متم فأتيت المدينة فنزلت بقباء فولدته بقباء، ثم أتيت به النبي صلى الله عليه وسلم فوضعته في حجره، ثم «دعا بتمرة فمضغها، ثم تفل في فيه، فكان أول شيء دخل جوفه ريق رسول الله صلى الله عليه وسلم، ثم حنكه بتمرة ثم دعا له، وبرك عليه وكان أول مولود ولد في الإسلام»[189].

مذکورہ بالا اقسامِ احسان کے بعد بچے کو نان و نفقہ اور لباس مہیا کرنا واجب احسان میں سے ہے اور اس میں نہ بخل کیا جائے اور نہ ہی ہاتھ کو اتنا کشادہ رکھا جائے کہ ضیاع اور تنگ دستی کا خوف ہو بلکہ میانہ روی اور معتدل اور قدرِ طاقت نان و نفقہ اور لباس مہیا کیا جائے انفاق کے بارے میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے: (لِيُنفِقْ ذُو سَعَةٍ مِّن سَعَتِهِ

188- سنن أبي داؤد، أبواب النوم، باب في الصبي يولد فيؤذن في أذنه، حديث1505، 328/3

189- البخاري: كتاب مناقب الأنصار، باب هجرة النبي صلى الله عليه وسلم وأصحابه إلى المدينة 3909، 62/5، (حنكه) مضغ تمرة أو نحوها ثم دلكها بحنكه. (برك عليه) دعا له بالبركة وهي الزيادة في الخير. (ولد في الإسلام) أي بعد الهجرة إلى المدينة.

فہرست ملاحظہ فرمائیں00

وَمَن قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهُ فَلْيُنفِقْ مِمَّا آتَاهُ اللَّهُ لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا مَا آتَاهَا سَيَجْعَلُ اللَّهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُسْرًا)[190] اور والدہ کو چاہیئے کہ وہ اپنے بچے پر احسان کرتے ہوئے اپنے بچے کو دو سالوں تک اپنا دودھ پلاتی رہے جو کہ بچے کی بہترین غذاؤں میں شمار کیا جاتا ہے اور اس میں ماں اور بچے دونوں کے لیئے کئی فوائد اور حکمتیں ہیں۔ اور رضاعت/ دوسال کی عمر تک والد اپنی بیوی اور بچے کی اچھی طرح نگہداشت کرے گا اور مرضعہ پر کسی قسم کی زیادتی نہ کرے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: (وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ أَرَادَ أَنْ يُتِمَّ الرَّضَاعَةَ وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ إِلَّا وُسْعَهَا لَا تُضَارَّ وَالِدَةٌ بِوَلَدِهَا وَلَا مَوْلُودٌ لَهُ بِوَلَدِهِ)[191]. یہ واجبات والدین میں سے ہے چاہے دونوں کے درمیان جدائی/ طلاق واقع ہو جائے۔

اولاد کی ولادت کے بعد احسان کی سب سے اچھی صورت یہ ہے کہ اس کے لیئے نیک، پرہیز گار، ہدایت یافتہ بننے اور دین ودنیا میں کامیابی کی دعا کی جائے۔ یہ انبیاء علیہم السلام کا طریق رہا ہے۔

اب الانبیاء سیدنا ابراہیم علی نبینا وعلیہ السلام نے اپنی اولاد بلکہ اپنی آئندہ نسلوں کے لیئے دعا کی ہے۔ قرآن مجید میں ہے: (وَاجْنُبْنِي وَبَنِيَّ أَنْ نَعْبُدَ الْأَصْنَامَ) [192]،

190- الطلاق: 7

191- البقرة:233

192- إبراهيم:35

فہرست ملاحظہ فرمائیں00

دوسری جگہ اس طرح دعا فرمائی ہے: (رَبِّ اجْعَلْنِي مُقِيمَ الصَّلاةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِي) [193], اور کعبہ کی تعمیر کرتے ہوئے آپ نے اپنی اولاد کے لیئے دعا میں فرمایا: (رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُسْلِمَةً)[194] .

سیدنا زکریا علیٰ نبینا وعلیہ السلام نے اپنی اولاد کے طیب ہونے کی دعا اس طرح کی ہے: ((رَبِّ هَبْ لِي مِنْ لَدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً إِنَّكَ سَمِيعُ الدُّعَاءِ)[195]

اور ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اور مؤمنین کے محبوب نواسے حضرت امام عالی مقام حضرت حسین علیہ السلام اور حضرت اسامہ بن زید کے لیئے خصوصی طور پر اس وقت جب دونوں کو اپنی جھولی میں بٹھایا تو دعا فرمائی اور کہا: «اللهم ارحمهما فإني أرحمهما»[196]. اور اسی طرح کئی نصوص بھی ہیں جن کو طوالت کی وجہ سے یہاں ذکر نہیں کیا جارہا۔ دعا کے ساتھ ساتھ والدین کو چاہیئے کہ لوگوں کو اپنی اولاد کے بارے میں اچھی وصیت کریں اور اپنے مرنے کے بعد کسی قریبی رشتہ دار کو ان کا خیال رکھنے اور ان کی تربیت کرنے کی تلقین کریں۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی امت کو اپنے نواسوں حسنین کریمین علیہما السلام سے محبت کرنے

193- إبراهيم:40

194- البقرة:128

195- آل عمران:38

196- البخاري: كتاب الأدب، باب وضع الصبي على الفخذبرقم (6003)، ج8، ص2

فہرست ملاحظہ فرمائیں00

کی تاکید فرمائی ہے اور ان کے ساتھ بغض وعداوت کرنے سے منع فرمایا ہے۔ ارشاد نبوی ہے: (من أحبهما فقد أحبني، ومن أبغضهما فقد أبغضني. يعني حسنا وحسينا)(197)

بچے کی تربیت کا خیال رکھنا بھی واجب احسان میں سے ہے جس کی بناء پر بچہ اچھا یا برا انسان بنتا ہے۔ جب اولاد سات سال کی عمر کو پہنچ جائے تو انہیں نماز اور دوسری عبادات ادا کرنے کی ہدایت کی جائے اور اچھے اعمال کی تربیت دی جائے اور ان کا بستر جدا کیا جائے حدیث پاک میں آیا ہے: (مروا أولادكم بالصلاة وهم أبناء سبع سنين، واضربوهم عليها، وهم أبناء عشر وفرقوا بينهم في المضاجع)(198) اور انہیں محفل کے آداب سکھائے جائیں اور اسی طرح کسی رشتہ دار کے گھر میں داخل ہوتے وقت اجازت طلب کرنا سکھایا جائے حتی کہ اپنے گھر میں بھی داخل ہوتے وقت اجازت طلب کرنا سکھایا جائے اور خصوصی طور آرام کے اوقات کے بارے میں تعلیم دی جائے۔ قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: (يَأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِيَسْتَأْذِنْكُمُ الَّذِينَ مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ وَالَّذِينَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ مِنْ قَبْلِ صَلَاةِ الْفَجْرِ وَحِينَ تَضَعُونَ ثِيَابَكُمْ مِنَ الظَّهِيرَةِ وَمِنْ بَعْدِ صَلَاةِ الْعِشَاءِ ثَلَاثُ عَوْرَاتٍ لَكُمْ لَيْسَ عَلَيْكُمْ وَلَا عَلَيْهِمْ جُنَاحٌ بَعْدَهُنَّ طَوَّافُونَ عَلَيْكُمْ بَعْضُكُمْ عَلَى بَعْضٍ كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمُ الْآيَاتِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ

197- مسند أحمد، حديث: 7876، 260/13

198- سنن أبي داؤد، كتاب الصلاة، باب متى يؤمر الغلام بالصلاة حديث:495، 133/1،

فہرست ملاحظہ فرمائیں 00

حَكِيمٌ)[199] اسی طرح بچوں کو اسلامی عقائد اچھے طریقے سے سمجھائے جائیں اور ذہن نشین کرائے جائیں یہاں تک کہ وہ راسخ ہو جائیں اور ان کا ایمان، ایمانِ کامل ہو جائے۔

اخلاقی اور نفسیاتی تربیت بھی بچے کا حق ہے اسی وجہ سے بچہ مستقبل میں ایک پُر اعتماد شخصیت، نیک انسان اور معاشرے کا مفید فرد بن سکتا ہے۔ نفسیاتی اور اخلاقی تربیت کی صورتیں یہ ہیں کہ:

- بچے کی تحقیر اور اس پر لعنت وملامت نہ کی جائے خصوصًا اسکے بھائیوں اور رشتہ داروں کے سامنے ایسا نہ کیا جائے۔
- اگر اسے کسی برے کام سے باز رکھنے کے لیئے تنبیہ کی جائے تو وہ اچھے اور نرم لہجے میں ہونی چاہیئے اور خصوصاً جب پہلی مرتبہ کوئی خطا سرزد ہو تو اس پر ڈانٹ ڈپٹ اور لعنت وملامت نہ کی جائے بلکہ صرف نرم گوشہ اختیار کیا جائے۔
- اور بچے کے ساتھ محبت کرنے میں اعتدال کی راہ اپنائی جائے اور ان کے ساتھ محبت میں مبالغہ نہ کیا جائے کیوں کہ یہ چیز ان کے اندر فساد پیدا کر دیتی ہے اور نہ ہی اسے ہر وقت نظر انداز کیا جائے کیونکہ اس سے بچے کے اندر احساس کمتری پیدا ہوگا اور بچہ خود اعتماد نہیں بن سکے گا۔

199- النور:58

- ایک سے زیادہ اولاد ہونے کی صورت میں ان کے درمیان کسی قسم کا فرق نہ برتا جائے اور بچے پر زیادہ توجہ اور بچی پر کم توجہ دینے سے گریز کیا جائے بلکہ بچیوں کو زیادہ توجہ دی جائے کیونکہ وہ فطرتاً احساسِ کمتری کا شکار ہوا کرتی ہیں اگر ان کی ہمت افزائی کی جائے گی تو ان کے اندر خود اعتمادی بحال ہونے لگتی ہے۔اور جب بھی کوئی چیز تقسیم کرنی ہو تو بچی سے شروع کرنا چاہیئے اور اور نبی کریم ﷺ نے بھی بچیوں کی تربیت کرنے والے کو خوشخبری سناتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے: «من ابتلي من البنات بشيء، فأحسن إليهن كن له سترا من النار»[200]

- اور بچوں کی اخلاقی تربیت میں سے یہ بھی ہے کہ بچوں پر ہر وقت نظر رکھی جائے اور انہیں برے کاموں، فتنوں میں پڑنے سے بچایا جائے اور نازیبا فلموں، سگریٹ نوشی، شراب نوشی اور زنا کی طرف لے جانے والے کاموں سے ہی اولاد کو دور رکھا جائے تو بہتر ہے کیونکہ یہ ایسی گندی عادتیں ہیں کہ انسان کو اخلاقی طور پر انسانیت سے نکال دیتی ہیں۔

- بچے کی تربیت اچھی اخلاق پر کی جائے مثلا: سچائی، امانت، استقامت، جذبۂ ایثار، ناداروں کی مددگاری، مہمان نوازی، اور مہمان کا ادب وغیرہ بچے کو سکھایا جائے اور برے اخلاق مثلا: جھوٹ ، گالی گلوچ، لعن وطعن، ایک

200- مسلم:كتاب البر والصلة والادب، باب فضل الإحسان الي البنات، حديث؛2629، 2027/4

دوسرے برے القاب دینا، غیبت، چغل خوری، بخل وغیرہ سے بچنے کی تربیت دی جائے۔

ایک بات جو ہمیں لازمی طور پر ذہن نشین کرنی چاہیئے وہ یہ کہ : بچے والدین کا ادب واحترام اور اکرام اس وقت کریں گے جب والدین ان کی تربیت اصولِ شریعت کے موافق اور اچھے اخلاق پر کریں گے وگرنہ اولاد بے ادب اور نافرمان ہی رہے گی اور وبالِ جان اور سببِ ہلاکت بن سکتی ہے۔

صرف اولاد کو قیمتی تحائف واشیاء خرید کر دینے سے بچے کی تربیت اچھے اخلاق پر نہیں ہوتی اور صرف اسی بناء پر بچوں سے والدین کا ادب واحترام کروانا نا ممکن بات ہے۔ کیونکہ کئی بچے ایسے ہیں جن کو والد قیمتی اشیاء لاکر دیتا ہے لیکن اس کے باوجود وہ والد کا ادب واحترام نہیں کرتے اور اس احسان کو جتاتے ہوئے اکثر اوقات والدہ بچوں سے کہتی ہے کہ : یہ تمہارا والد ہے اس نے تمہارے لیئے فلاں فلاں چیز لائی تھی فلاں فلاں سہولت میسر کی تھی فلاں فلاں قربانی دی تھی ، لہٰذا تم پر واجب ہے کہ تم اپنے والد کا احترام کرو، لیکن تربیت میں کمی کی وجہ سے ایسا ممکن نہیں ہوتا اور والدین کی اولاد سے امیدیں اور تمنائیں فقط دل میں رہ جاتی ہیں اور حقیقت کا روپ کبھی نہیں دھار سکتیں۔

اور تربیت کے لیئے یہ جاننا چاہیئے کہ تربیت تب تک مکمل نہیں ہوتی جب تک :

فہرست ملاحظہ فرمائیں00

1- والدین بچوں کے لیئے بذاتِ خود اچھی مثال ہوں۔

2- وعظ ونصیحت کے ساتھ ساتھ بچوں کی کڑی نگرانی کی جائے۔

3- بچوں کی نفسیات سے واقفیت ہونا بھی لازمی ہے اور اسی نفسیات کے مطابق بچوں سے کام لیا جاسکتا ہے۔ ہمارے نبی کریم ﷺ نے لوگوں کی نفسیات اور ان کے علمی درجے کے مطابق تربیت کی اور اس کی مثالیں قرآن پاک اور کتبِ حدیث میں موجود ہیں۔ جن میں سے ایک اعرابی کا قصہ بہت مشہور اور معروف ہے کہ اس نے مسجد میں پیشاب کردیا اور اس کو ڈانٹ ڈپٹ کرنے کے بجائے آپ کریم ﷺ نے صحابہ کو حکم فرمایا کہ اس پر پانی بہادو۔ کتب حدیث میں یہ واقعہ کچھ یوں بیان ہوا ہے: أن أعرابيا بال في المسجد، فثار إليه الناس ليقعوا به، فقال لهم رسول الله صلى الله عليه وسلم: «دعوه، وأهريقوا على بوله ذنوبا من ماء، أو سجلا من ماء، فإنما بعثتم ميسرين ولم تبعثوا معسرين»[201]

فصل پنجم:
قریبی رشتہ داروں سے احسان:

اللہ پاک نے ہمیں صلہ رحمی، نیکی اور قریبی رشتہ داروں سے احسان کرنے کا حکم دیا ہے اور فرمایا ہے: «وَآتِ ذَا الْقُرْبَى حَقَّهُ وَالْمِسْكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيراً،

201- البخاري: كتاب الأدب، باب قول النبي صلى الله عليه وسلم: «يسروا ولا تعسروا» 6128، 30/8

إِنَّ الْمُبَذِّرِينَ كانُوا إِخْوانَ الشَّياطِينِ، وَكانَ الشَّيْطانُ لِرَبِّهِ كَفُوراً وَإِمَّا تُعْرِضَنَّ عَنْهُمُ ابْتِغاءَ رَحْمَةٍ مِنْ رَبِّكَ تَرْجُوها، فَقُلْ لَهُمْ قَوْلًا مَيْسُوراً»[202] اس آیت کی تفسیر کے تحت علماء کہتے ہیں کہ: قرآن پاک نے اقرباء، مساکین اور مسافروں کے حقوق لوگوں کے گلوں میں (پھندے کی طرح) ڈال دیئے ہیں اور یہ تب ہی نکلیں گے جب ان سب پر انفاق یعنی مال خرچ کیا جائے۔ اور یہ کسی پر احسان جتانے کے لیئے یا فضیلت ظاہر کرنے کے لیئے نہیں بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کردہ حق ہے جس کو اس کے بندوں تک پہنچانا فرض ہے۔ اور حق / فرض ایسی چیز ہے جس سے تب ہی خلاصی ملتی ہے جب اسے ادا کیا جائے اور انفاق کے ذریعے سے دینے اور لینے والے کے درمیان محبت اور بھائی چارہ بڑھتا ہے اور یہ مودت فقط اللہ تعالیٰ کے لیئے ہی ہونی چاہیئے۔ اور اس آیت میں حقوق کو ذکر کرنے کے بعد قرآن نے ہمیں بیجا اور فضول خرچی سے منع فرمایا ہے۔ اور فضول خرچی سے مراد یہ ہے کہ مال کو اس کی حقیقی جگہ پر خرچ نہ کرنا ہے اور اسی طرح اگر کسی نے اپنا سارا کا سارا مال حقوق ادا کرنے میں خرچ کر دیا تو یہ تبذیر / فضول خرچی نہیں کہلائے گی اور اگر کسی نے ایک دانہ بھی اس کی حقیقی جگہ پر خرچ نہ کیا تو یہ بھی تبذیر یعنی فضول خرچی کہلائے گی جس سے قرآن پاک نے ہمیں منع کیا ہے۔[203]

202- الإسراء:26-27

203- تفسير في ظلال القرآن ج2222/4، المؤلف: سيد قطب إبراهيم حسين الشاربي (المتوفى: 1385هـ)، الناشر: دار الشروق - بيروت- القاهرة، الطبعة: السابعة عشر.

(بنی اسرائیل کو بھی قریبی رشتہ داروں کے ساتھ اچھائی کا حکم دیا گیا تھا اور تاکید کی گئی تھی لیکن) اس امت پر قریبی رشتہ داروں کے ساتھ اچھائی اور نیکی کی تاکید بنی اسرائیل سے نسبتاً زیادہ ہے۔ امام قرطبیؒ کہتے ہیں کہ : اقرباء سے احسان کا مقصد یہ ہے کہ ان کے ساتھ صلہ رحمی کی جائے اور ان کے حقوق کو جانا جائے (اور ادا کئے جائیں۔)[204].

اقرباء کے ساتھ احسان کرنے کی صورت یہ ہے کہ صدقات چاہے واجبہ مثلاً: زکاۃ وغیرہ یا نافلہ ادا کرتے وقت اقرباء کو ترجیح دی جائے کیونکہ اس میں بندے کے لیئے دو اجر ہیں حدیث پاک میں ارشاد ہے: الصدقة على المسكين صدقة. وهي على ذي الرحم اثنتان: صلة وصدقة. [205]۔ اور جو اقرباء پڑوسی بھی ہوں تو وہ حسنِ سلوک اور نیکی کرنے میں دوسروں سے نسبتاً زیادہ حقدار ہیں اور پڑوسی رشتہ دار کے ذکر کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن پاک میں خصوصی طور پر ذکر کیا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے: (وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبَىٰ)[206] ایسے رشتہ دار کے ہمارے اوپر دو قسم کے حقوق ہوتے ہیں قرابت/رشتہ داری کا حق یا دینی قرابت کا حق اور دوسرا پڑوسی کا حق۔

204- القرطبي 292/2

205- مسند أحمد:حديث: 17883، 416-415/29

206- النساء:36

ہمارے پیارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے ہر صورت میں صلہ رحمی اور رشتوں کو مضبوط سے مضبوط کرنے کی تعلیم دی ہے اور رشتوں کو جوڑنے کی تعلیم دی ہے اور توڑنے سے منع فرمایا ہے۔ قرآن اور سیرت کی تعلیمات سے ایسا شخص جس کے ساتھ بار بار نیکی اور صلہ رحمی کی جائے لیکن پھر بھی وہ قطع تعلق چاہتا ہو تو ایسے شخص کے ساتھ بھی نیکی اور صلہ رحمی کرنے کی تعلیمات ملتی ہیں۔ حدیث پاک میں ہے کہ آپ ﷺ کے حضور میں ایک شخص نے اپنے رشتہ دار کی شکایت کی اور کہا کہ میں بار بار اس کے ساتھ نیکی کرتا ہوں وہ میرے ساتھ برائی کرتا ہے میں اس کے ساتھ جوڑتا ہوں وہ توڑتا ہے تو آپ کریم ﷺ نے اسے اسی طرح برائی کے بدلے اچھائی اور توڑنے کے بدلے جوڑنے کی تعلیم دی اور ان پر غالب ہونے کے ساتھ ساتھ نصرتِ خداوندی کی بشارت بھی دی۔ حدیث کے الفاظ اس طرح ہیں: أن رجلاً جاء إلى النبي صلى الله عليه وسلم وقال: (يارسول الله، إن لي قرابة أصلهم ويقطعوني، وأحسن إليهم ويسيئون إلي، وأحلم عنهم ويجهلون علي، قال؛ "لئن كنت كما قلت، فكأنما تسفهم المل، ولايزال معك من الله ظهير عليهم مادمت على ذلك)[207]. رشتہ داروں کے ساتھ اچھائی اور نیکی کرنے کی تاکید میں کثیر تعداد میں احادیث وارد ہوئی ہیں ان میں سے ایک قولِ نبی کریم ﷺ یہ بھی ہے کہ: (ليس الواصل بالمكافئ، ولكن الواصل

207- مسلم، كتاب البر والصلة والآداب ،باب صلة الرحم وتحريم قطيعتها حديث:2558، 1982/4

فہرست ملاحظہ فرمائیں00

الذی إذا قطعت رحمه وصلها"[208]. اسی طرح ایک اور حدیث میں ہے: (من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فليصل رحمه)[209]

اقرباء اور رشتہ داروں کے ساتھ احسان کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ ان کے ساتھ کسی بھی صورت میں قطع تعلق نہ کرے بلکہ تقسیمِ احکم الحاکمین اور رضائے رب العالمین پر رشتہ داروں کے بارے میں ہر صورت راضی رہے اور کسی بھی قسم کی شکایت کرنے سے گریزاں رہے کیونکہ قطع رحمی کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے مفسدین فی الارض/زمین میں فساد پھلانے والوں میں شمار کیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: (ويقطعون ما أمر الله به أن يوصل ويفسدون في الأرض أولئك لهم اللعنة ولهم سوء الدار)[210] اسی طرح سورۃ محمد ﷺ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: (فهل عسيتم إن توليتم أن تفسدوا في الأرض وتقطعوا أرحامكم أولئك الذين لعنهم الله فأصمهم وأعمى أبصارهم)[211]. نبی کریم ﷺ نے رحم (تعلق اقرباء) کو عرشِ باری تعالیٰ کے ساتھ ملاتے ہوئے فرمایا ہے: (الرحم معلقة بالعرش تقول من وصلني وصله الله ومن قطعني قطعه الله)[212].

208- البخاري كتاب الأدب، باب: ليس الواصل بالمكافئ، حديث:5991، 6/8

209- البخاري كتاب الأدب باب إكرام الضيف وخدمته إياه بنفسه 6138، 32/8

210- الرعد:25

211- محمد: 22

212- مسلم: كتاب البر والصلة والآداب، باب صلة الرحم وتحريم قطيعتها حديث:2555، 1981/4

فہرست ملاحظہ فرمائیں00

آج ہم ایسی آفاقی تعلیمات کو بھول گئے ہیں اور ان پر عمل کرنے کو پسِ پشت ڈال دیا ہے اور ہم میں سے کئی اپنے رشتہ داروں کے حقوق ادائی میں کوتاہی جیسے غیر اخلاقی اور غیر اسلامی کام میں مبتلا ہیں اور اس اچھے اخلاق کا ہمارے معاشرے سے مفقود ہونے کی وجہ سے کئی برائیاں پیدا ہوتی رہتی ہیں جن میں چوری، ڈاکہ اور راہ زنی وغیرہ بھی ہیں۔ ایسی برائیوں کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کے لیئے ہمیں چاہئے کہ ہم اپنے رشتہ داروں خصوصی طور پر اقرباء کے ساتھ اچھا سلوک کریں اور ان کے مالی اور اخلاقی حقوق ادا کریں۔اس کے ساتھ ساتھ ہمیں چاہئے کہ ہم کم از کم ماہانہ اپنے رشتہ داروں کی خبر گیری کے لیئے جائیں اور انہیں تحائف وغیرہ پیش کریں تا کہ ہمارے درمیان جو خلاء پیدا ہوچکے ہیں اور جو دوریاں پڑ چکی ہیں انہیں کم کیا جاسکے اور اگر کوئی حاجتمند اور ضرورتمند کی حاجتیں اور ضرورتیں حتی الوسعۃ پوری کریں، اور ان کی قولی اور فعلی طور پر حمایت کریں اور دور وقریب دونوں طرح کے رشتہ داروں سے تعلق کو مضبوط سے مضبوط کریں اور یہ سب کام صرف رضائے رب کی خاطر ہی ہو اور خلوص دل سے ہو تو ان شاء اللہ ہمارا معاشرہ تمام اخلاقی برائیوں سے محفوظ ہو سکتا ہے اور ہم اپنے رشتہ داروں کے ساتھ پر سکون زندگی بسر کر سکتے ہیں۔

فہرست ملاحظہ فرمائیں00

فصل ششم:
یتیموں سے احسان:

اللہ تبارک وتعالیٰ نے عام حالات میں یتیموں کے ساتھ احسان کرنے کا حکم فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے: (فَأَمَّا الْيَتِيمَ فَلَا تَقْهَرْ) [213]، اور خصوصی طور پر ایسے یتیم جو ہمارے زیرِ تربیت ہوں اور زیرِ کفالت ہوں ان کے ساتھ نیکی اور بھلائی کا حکم دیتے ہوئے فرمایا ہے: (وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْيَتَامَى قُلْ إِصْلَاحٌ لَهُمْ خَيْرٌ وَإِنْ تُخَالِطُوهُمْ فَإِخْوَانُكُمْ) [214] اور ہمارے پیارے اور بے مثل وبے مثال نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے بھی یتیموں کی کفالت کرنے والے مؤمنین کو جنت کی خوشخبری دی ہے بلکہ فقط جنت کی خوشخبری پر اقتصار نہیں کیا گیا بلکہ اپنی معیت کی بھی خوشخبری دی ہے جو کہ ہر عاشقِ رسول مسلمان کی خواہش ہوتی ہے آپ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: «أنا وكافل اليتيم في الجنة هكذا» وقال بإصبعيه السبابة والوسطى. [215]

213- الضحى:9

214- البقرة:220

215- البخاري: كتاب الأدب، باب: فضل من يعول يتيما، حديث رقم6005، ج8، ص9

(كافل اليتيم: هو القائم بأموره من نفقة وكسوة وتأديب وتربية وغير ذلك وهذه الفضيلة تحصل لمن كفله من مال نفسه أو من مال اليتيم بولاية شرعية. وكافل اليتيم تكون على قسمين من ذوي الأرحام أو غير ذوي الأرحام؛ فذوي الأرحام بأن يكون جدا أو عمًّا أو أخا أو نحو ذلك من الأقارب أو يكون أبو المولود قد مات فتقوم أمه مقامه أو ماتت أمه فقام أبوه في التربية مقامها وغير ذوي الأرحام كجاره أو غيره ما لا صلة له.(انظر:فتح الباري: 436/10 بالتصريف) وبشارة الرفاقة في الجنة ليس مقتصرا على

فہرست ملاحظہ فرمائیں00

اور یہ بات جان لینا چاہیئے کہ نبی کریم ﷺ جو کہ بے مثل و بے مثال نبی ہیں اور جن کی معیت اور جن کی رفاقت کو ساری مخلوقِ خداوندی ترستی رہتی ہے یہ معیت فقط یتیم کی اچھی پرورش کے ساتھ مل رہی ہے اور یہ ایسی منزل اور ایسا مقام ہے جس کے بعد کسی بھی عاشق کے لیئے دنیا وآخرت میں کوئی بھی منزل اور کوئی بھی مقام افضل واعلیٰ نہیں اور اسے عاشقانِ محبوبِ خدا کے لیئے مقامِ محمود کہا جائے تو غلط نہ ہو گا۔ کیونکہ ایک سچے مؤمن کو جنت ودوزخ سے غرض نہیں بلکہ رؤیتِ باری اور معیتِ مصطفیٰ ﷺ ہی کی طلب ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ہمیں یتیموں کے ساتھ احسان کا حکم دیا ہے اس کی کئی حکمتیں ہیں جن میں سے چند درج ذیل ہیں:

1- ان کے والدین فوت ہو جاتے ہیں اور ظاہری ان کا کوئی نگہبان اور رب نہیں ہوتا جو ان کی تربیت کے مرحلے کی تکمیل کرے۔

2- ان کے والدین کی فوتگی کی وجہ سے ان پر کوئی خرچ کرنے والا نہیں ہوتا اور وہ خود بھی اپنی کفالت نہیں کر پاتے۔

لہٰذا اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمیں یتیموں کے ساتھ احسان اور نرم گوشہ اختیار کرنے کا حکم دیا۔

غير ذوي الأرحام بل يدخل فيه ذوي الأرحام أيضا كما جاء في حيث مسلم لفظ:كافل اليتيم له أو لغيره...الخ(حديث رقم:2983) (له يعنى يكون قريبا له من أقاربه ولغيره مراد منه أن يكون أجنبيا)

یتیموں کے ساتھ اچھائی اور احسان کرنے کا بہترین طریقے یہ ہیں کہ ان کی دینی اور دنیاوی امور میں اچھی تربیت کی جائے، دینی ودنیوی حاجات کو حتی المقدور پورا کیا جائے، انہیں اچھی تعلیم دی جائے، ادب سکھایا جائے، معاشرے میں چلنے پھرنے کے آداب (آدابِ حسنِ معاشرت) سکھائے جائیں اور اس کے لیئے اچھے کاروبار کا بندوبست کیا جائے تو یہ محسن کے لیئے ایک مستقل وعظیم اجر کا باعث بن سکتا ہے۔

اگر یتیم مالدار ہو اور محسن فقط اس کی تربیت کے امور کا قیام کر رہا ہو تو محسن یتیم کے مال وعزت کا امین ہے اور اس میں کسی بھی قسم کی خیانت کرنے سے بچا جائے اور خرچ کرنے میں ہر قسم کے اسراف سے بچنا لازم ہوتا ہے۔ دورِ نبوی میں اولا یتیموں کے لیئے کھانے پینے کا الگ بندوبست کیا جاتا تھا جو کہ تکلیف کا باعث تھا تو جب: (وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْيَتَامَى قُلْ إِصْلَاحٌ لَهُمْ خَيْرٌ وَإِنْ تُخَالِطُوهُمْ فَإِخْوَانُكُمْ وَاللَّهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَأَعْنَتَكُمْ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ) [216] یہ آیت نازل ہوئی تو ان کو اپنے ساتھ کھانا پینا تیار کرتے تھے[217]۔

یتیموں کی پرورش اور تربیت کرنا تمام نفلی عبادتوں میں مشغول رہنے سے بہتر ہے اور اس کی فضیلت سنن ابن ماجہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت میں نبی کریم ﷺ نے بیان کی ہے کہ: قال: قال رسول الله – صلى الله عليه

216- البقرة:220

217- تفسير الطبري، 350/4

وسلم -: ((من عال ثلاثة من الأيتام، كان كمن قام ليله، وصام نهاره، وغدا وراح شاهرًا سيفه في سبيل الله، وكنتُ أنا وهو في الجنة أخوين كهاتَيْن، أختان))، وألصق إصبعه السبابة والوسطى. (218)

یتیموں کے ساتھ احسان کی صورتوں میں سے یہ بھی ہے کہ کھانے پینے اور لباس وغیرہ میں انہیں کم از کم ایسی چیز مہیا کی جائے جس طرح اور جس معیار کی خود استعمال کرتا ہو اگر خود اعلیٰ ترین چیزیں استعمال کرتا ہے اور یتیم کو ایسی چیزیں فراہم نہیں کر سکتا تو کم از کم درمیانہ معیار کی چیز یتیم کو بہر صورت مہیا کرنا لازم ہے۔

یتیم کے مالدار ہونے کی صورت میں یتیم کا مال اس کے حوالے نہ کرے یہاں تک کہ وہ بالغ ہو جائے اور اچھے برے میں فرق جان سکے اور اپنا نفع و نقصان بھی پہچان لے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: (وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَاءَ أَمْوَالَكُمُ الَّتِي جَعَلَ اللَّهُ لَكُمْ قِيَامًا وَارْزُقُوهُمْ فِيهَا وَاكْسُوهُمْ وَقُولُوا لَهُمْ قَوْلًا مَعْرُوفًا) (219) اسی طرح اگران میں بلوغ اور تمیز اور رشد پایا جائے تو ان کا مال اپنے پاس ہر گز روکے نہ رکھا جائے بلکہ جلد از جلد ان کی امانت ان کے حوالے کی جائے اور اپنی جان کو ہلاکت میں پڑنے سے بچایا جائے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: (فَإِنْ آنَسْتُمْ مِنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوا إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ) (220)

218- سنن ابن ماجه،كتاب الأدب، باب حق اليتيم، حديث:3680، 1213/2

219- النساء:5

220- النساء:6

اگر یتیم عورت ہے اور اس کا کفیل /وصی/ولی اس سے نکاح کرنا چاہے تو اسے اس کا مہر ادا کرے جس طرح دوسری عورتوں کو ادا کیا جاتا ہے، کیونکہ یہ اس کے ساتھ نکاح کرنے کا حق ہے۔ اور یتیم بچیوں سے نکاح کرنے کا مقصد یہ نہ ہو کہ نکاح کرنے کے بعد اس کے مال پر قابض رہے گا اور اسے ازدواجی حقوق ادا کرنے سے گریزاں رہے اور ساری زندگی اس پر ظلم وستم کرتا رہے گا۔ ایسے ظلم سے اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں منع کرتے ہوئے فرمایا ہے:

(وَآتُوا الْيَتَامَى أَمْوَالَهُمْ وَلَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِيثَ بِالطَّيِّبِ) [221] تفسیر قرطبیؒ میں ہے کہ: (وآتوا اليتامى أموالهم) سے مراد وہ یتیم ہیں جو پہلے یتیم تھے اور یہاں پر ایسے یتیموں کے وصی/ولی اور کفیل کو خطاب ہے۔ یہ آیات غطفان کے کسی شخص کے یتیم پر ظلم اور منع مال پر نازل ہوئی۔ اس شخص کا بھتیجا بہت مالدار تھا جب وہ بالغ ہوا تو اس یتیم نے اپنے چچا سے اپنا مال طلب کیا تو چچا نے مال حوالے کرنے سے انکار کر دیا اس پر یہ آیت نازل ہوئی تو اس کے چچا نے کہا کہ: ایسے گناہ کبیرہ سے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آتا ہوں [222]۔ اور اس نے مال اپنے بھتیجے کے حوالے کر دیا۔ تو نبی کریم ﷺ نے اس شخص

221- النساء:2

222- الحوب: الإثم- (تفسير القرطبي:8/5)

کے ایسے گناہ کے عمل سے رجوع پر اسے جنت کی خوشخبری دی اور فرمایا: (من يوق شح نفسه ورجع به هكذا فإنه يحل داره) يعني جنته. [223]

یتیموں اور بیواہوں پر احسان کرنے کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ ان کے ساتھ نکاح کیا جائے اور ہمیشہ کے لیئے ان کو اپنی کفالت میں لیا جائے کیونکہ بیواہ عورت چاہے وہ طلاق یافتہ ہو یا شوہر کی فوتگی کی وجہ سے بیواہ بنی ہو اور اس کے پاس اولاد بھی ہو تو ایسی عورت اور ان یتیم بچوں کے ساتھ نکاح کرنا احسان کا بہترین ذریعہ ہے اور ان کے مسائل کا مستقل حل ہے۔ اور یہ سنتِ مبارکہ بھی ہے: چنانچہ نبی کریم ﷺ نے ام المؤمنین حضرت بی بی ام سلمہ کے شوہر کی فوتگی کے بعد اپنے نکاح کا شرف بخشا اور ان کی اولاد کو بھی اپنی زیرِ تربیت رکھا جن کی تعداد چار تھی: عمر، سلمہ، زینب اور برہ۔ ان کو (ربیب/جمع ربائب) بھی کہا جاتا ہے۔

نبی کریم ﷺ کو بی بی صاحبہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے حال اور درپیش مسائل پر رحم آیا اور ان بچوں پر شفقت فرماتے ہوئے آپ کریم ﷺ نے نکاح کیا اور ان سب کو شرفِ نسبت بخشا۔ اور آپ کریم ﷺ نے ربائب کے ساتھ نیکی اور احسان کا طریقہ اختیار کیا اس نکاح کی تفصیل کتبِ حدیث میں اس طرح ہے: أرسل إليها النبي – صلى الله عليه وسلم – عمر بن الخطاب ليخطبها له، فقالت: أخبر رسول الله أني امرأة غيرى (شديدة الغيرة على زوجي) وأني امرأة مصبية (لي أولاد كثيرون) وليس

223- تفسير القرطبي:8/5

أحد من أوليائي شاهدا (لا يوجد أحد من أهلي ها هنا) فعاد عمر فأتى رسول الله فذكر ذلك، فقال له – صلى الله عليه وسلم –:"ارجع إليهما فقل لها: أما قولك إني امرأة غيرى فسأدعو الله لك فيذهب غيرتك، وأما قولك إني امرأة مصيبة فستكفين صبيانك (سوف أتكفل برعايتهم) وأما قولك أن ليس أحد من أوليائك شاهدا فليس أحد من أوليائك شاهدا ولا غائبا يكره ذلك"، فقالت لابنها: يا عمر قم فزوج رسول الله، فزوجه.[224]

یتیم کے ساتھ احسان کی صورت یہ بھی ہے کہ اس پر کسی قسم کا ظلم وستم نہ کیا جائے، نہ ہی اس کی طرف حقیر نگاہ سے دیکھا جائے، اسے کسی قسم کی تکلیف جان بوجھ کر نہ دی جائے، اس کے ساتھ سوءِ معاشرت سے بچا جائے، بلکہ یتیم کے ساتھ کشادہ دلی اور باہمی عزت واحترام کے جذبے سے پیش آنا چاہیے اور جو کچھ میسر ہو عطا کر دینا چاہیئے اور کم از کم اس کا حق غصب نہ کیا جائے، وصی/ولی کو چاہیئے کہ وہ یتیم کو اپنی اولاد کی طرح جانے اور اس کے ساتھ بحیثیت باپ رحم وشفقت کے ساتھ پیش آئے جس طرح اپنی نسبی اولاد کے ساتھ معاملہ کرتا ہے۔ اور یتیم کو وہی چیز کھلائے، پلائے اور پہنائے جو اپنی اولاد کے لیئے پسند کرتا ہے، اسی طرح یتیم کے ساتھ ایسا سلوک کرے جیسا وہ اپنے بعد لوگوں کا اپنی اولاد کے ساتھ گمان رکھتا ہے۔ چنانچہ

224- النسائي، كِتَاب النِّكَاحِ، باب إِنْكَاحُ الِابْنِ أُمَّهُ، حديث:3254، 81/6.

فہرست ملاحظہ فرمائیں00

آیتِ کریمہ (فأمّا اليتيمَ فلا تَقْهَرْ)[225] کے تحت علامہ ماوردی نے۔تقھر۔جس سے منع کیا گیا ہے پانچ قسم کا بتایا ہے:

ایک: ان کی تحقیر نہ کی جائے، دوسرا، ان پر ظلم نہ کیا جائے، تیسرا: انہیں ذلیل ورسوانہ کیا جائے، چوتھا: ان کے حق /مال کو جوآپ کے قبضہ میں ہے ظلماً نہ روکا جائے۔ پانچواں: ولی کو والد کی طرح ہونا چاہئے اور یتیم پر بے جاڈانٹ ڈپٹ نہ کی جائے۔[226].

یتیم کے ساتھ ظاہری احسان کی صورتوں میں سے یہ ہے کہ اس کے سر پر شفقت ورحمت کے ساتھ ہاتھ پھیرا جائے، کیونکہ یہ عمل دلوں کو نرم کرتا ہے اور انہیں راحت بخشتا ہے۔کسی شخص نے آپ کریم ﷺ کی بارگاہ علومِ الاہیہ میں اپنی دل کے سخت ہونے کی شکایت کی تو نبی کریم ﷺ نے اسے مسکین کو کھانا کھلانے، اور یتیم کے سر پرہاتھ پھیرنے اور اسے کھانا کھلانے کا حکم دیا۔عن أبي هريره أن رجلاً شكا إلى النبي صلى الله عليه وسلم قسوة قلبه , فقال: (إن أردت أن يلين قلبك فاطعم المسكين، وامسح رأس اليتيم وأطعمه)[227] اور نبی کریم ﷺ کا یہ قول: ((مَن مسح رأس يتيم لا

225- الضحي:9

226- أنظر التفسير الماوردي- النكت والعيون، ج295/6، المؤلف: أبو الحسن علي بن محمد بن محمد بن حبيب البصري البغدادي، الشهير بالماوردي (المتوفى: 450هـ)، المحقق:السيد ابن عبد المقصود بن عبد الرحيم، الناشر: دار الكتب العلمية – بيروت / لبنان.

227- مسند أحمد، حديث 7576، 21/13

فہرست ملاحظہ فرمائیں00

يمسحه إلا لله، كان له بكل شعرة مرَّتْ عليها يده حسنة))[228] بھی اس چیز پر دلالت کرتا ہے کہ یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرنا ایک عظیم عمل ہے اور اس کا اجر بھی عند اللہ عظیم ہے۔

فصل ہفتم:
پڑوسیوں سے احسان:

اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن پاک میں پڑوسیوں کے ساتھ نیکی اور احسان کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے: (وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ)[229] اور نبی کریم ﷺ نے پڑوسیوں کے ساتھ اچھا سلوک اور حسن معاشرت کا حکم دیا ہے اور پڑوسیوں کو تکلیف پہنچانے والے کے ایمان کو ناقص قرار دیا ہے ارشاد نبوی ہے: (أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: «والله لا يؤمن، والله لا يؤمن، والله لا يؤمن» قيل: ومن يا رسول الله؟ قال: «الذي لا يأمن جاره بوايقه[230]»[231] نبی کریم ﷺ نے اپنے اصحاب کو اور اپنے اہل بیت کو پڑوسیوں کے ساتھ نیکی اور حسنِ سلوک کے ساتھ پیش آنے کا درس دیا ہے۔

228- مسند أحمد، حديث 22153، 474/36

229- النساء:36

230- البوائق هي الغوائل والشرور(الخازن: 374/1)

231- البخاري: كتاب الأدب، باب إثم من لا يأمن جاره بوايقه حديث:6016، 10/8

فہرست ملاحظہ فرمائیں00

یہ بات جاننا ضروری ہے کہ احسان کرنے اور حقوق کے لحاظ سے پڑوسیوں کی تین اقسام ہیں جو کہ حدیث مبارکہ «الجيران ثلاثة؛ فجار له ثلاث حقوق: حق الجوار، وحق القرابة، وحق الإسلام. وجار له حقان: حق الجوار وحق الإسلام، وجار له حق واحد: حق الجوار وهو المشرك من أهل الكتاب»[232] میں مذکور ہیں۔ یہ تین اقسام بمع حقوق درج ذیل ہیں:

1- ایسا پڑوسی جس کے تین حقوق ہم پر ہوں: حقِ پڑوس، حقِ قرابت، حقِ اسلام

2- ایسا پڑوسی جس کے دو حقوق ہم پر ہوں: حقِ پڑوس، حقِ اسلام

3- ایسا پڑوسی جس کا ایک حق ہم پر ہو: پڑوس (غیر مسلم)

پڑوس یا پڑوسی فقط وہ نہیں جس کا دروازہ ہمارے دروازے کے قریب ہو بلکہ یہ ایک وسیع اصطلاح ہے اور اس کی کئی اقسام ہیں اور ان پر احسان کرنے کے درجات بھی کئی قسموں کے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن کریم میں پڑوسیوں کی قسمیں قرآن پاک میں اس طرح بیان کی ہیں: (والجار ذي القربى والجار الجب والصاحب بالجنب)[233]

اس آیت کی تفسیر میں جار (پڑوس) کی تفسیر میں مفسرین نے بیان کیا ہے کہ: پڑوسی یا تو ایسا پڑوسی مراد ہے جو ملا ہوا ہو دروازے کے لحاظ سے، یا جو آپ کے

232- شعب الإيمان، باب: إكرام الجار، حديث:9113

233- النساء:36

فہرست ملاحظہ فرمائیں00

ساتھ تعلیم و تعلم یا کام کاج میں آپ کے ساتھ ہو، یا پھر وہ بھی شخص مراد ہے جو ایک مجلس میں آپ کے قریب بیٹھا ہو، یا مسجد میں آپ کے ساتھ نماز ادا کی ہو، اور وہ بھی مراد ہے جس کے ساتھ آپ کی چند لمحوں کے لیئے ہی ملاقات ہوئی ہو۔ تو ہم پر لازم ہے کہ ہم ایسے لوگوں کو ان کے مراتب کے مطابق حقوق دیں اور ہم ان لوگوں کو کبھی نہ بھولیں اور ان کی ایسی صحبت اور ایسے پڑوس کو ان پر احسان کرنے کا ذریعہ بنائیں۔[234]

احسان کرنے میں ان تمام پڑوسیوں میں سے سب سے زیادہ حقدار اور سب سے پہلا حقدار وہ ہے جو سب سے قریب تر ہو۔ یہ قاعدہ الاقرب فالاقرب حدیثِ پاک میں بھی مذکور ہے چنانچہ بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضور نبی اکرم ﷺ سے دریافت فرمایا کہ میرے دو پڑوسی ہیں تو ان میں سے کس کو ہدیہ کروں ؟ آپ کریم ﷺ نے فرمایا: جو آپ کے دروازے کے قریب تر ہو۔ حدیث کے الفاظ اس طرح ہیں: عن عائشة رضي الله عنها قالت: «قلت يا رسول الله إن لي جارين فإلى أيهما أهدي قال إلى أقربهما بابا منك»[235]

پڑوسیوں کے ساتھ احسان کرنے کی حکمت بیان کرتے ہوئے امام ابن حجر العسقلانی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ: اس میں یہ حکمت ہے کہ قریب سے قریب

234- تفسير القاسمي: 106/3

235- مسند أحمد، حديث: 25536، 346/42

تر والا پڑوسی وہ سب کچھ دیکھتا ہے جو اس کے پڑوسی کے گھر میں داخل ہوتا ہے، چاہے وہ تحفہ ہو یا کچھ اور، قریب سے قریب تر والا پڑوسی اس کے گھر کی نگرانی ونگہبانی بھی کرتا ہے، اور یہ اہم کاموں میں اکثر اس کی مددگاری بھی کرتا ہے اور کبھی کبھی غفلت کے وقت اسے انتباہ کر دیتا ہے (اور بڑے نقصان سے بچالیتا ہے)۔[236]

پڑوسی کے حقوق میں سے تین چیزیں ہیں: ایک: اس کا اکرام واحترام اور عزت کرنا، دوسرا: اسے تکلیف نہ پہنچانا، تیسرا: اس کی تکلیفوں کو دور کرنا۔ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: «ما زال جبريل يوصيني بالجار، حتى ظننت أنه سيورثه»[237] یہ حدیث شریف اس چیز پر دلالت کرتی ہے کہ پڑوسیوں کے حقوق اپنے اہل واولاد کے حقوق کی طرح ہی ہیں مگر ان کے لیئے وراثت نہیں۔

قریب تر پڑوسیوں کے ساتھ احسان کی صورت یہ ہے کہ اگر وہ قرضہ مانگے تو اسے قرضہ دیا جائے، اگر مدد طلب کرے تو اس کی مدد کی جائے اور حاجت روائی اور مشکل کشائی کی جائے، اگر وہ بیمار ہو تو اس کی عیادت کی جائے اور حسبِ حالات اس کی مدد کی جائے چاہے وہ مدد مالی ہو یا اخلاقی، چھت کے اوپر والے حصے میں پڑوسی کی اجازت کے بغیر تعمیرات نہ کرائی جائے کیونکہ یہ اس کی ہوا بند ہونے کا سبب ہو سکتی

236- فتح الباري:447/10

237- البخاري، كتاب الأدب، باب الوصاة بالجار، حديث6014، 10/8

ہے اور اسے اور اس کے اہل وعیال اور بچوں کے لیئے تکلیف کا باعث بن سکتی ہے، پڑوسیوں کو اپنے طعام کی خوشبو سے بھی تکلیف نہ پہنچائی جائے[238]، اور جب کوئی اچھا طعام پکایا جائے تو وہ اس میں سے کچھ انہیں ہدیہ کیا جائے[239]، اگر فروٹ وغیرہ خریدا جائے تو وہ بھی ہدیہ کیا جائے اگر ہدیہ نہیں کر سکتے تو ایسی چیزیں چھپا کر اپنے گھر لیجائیں اور اپنے بچوں کو بھی گھر میں ہی کھلائیں، اگر آپ کے بچے ایسی چیزیں باہر کھائیں گے تو آپ کے پڑوسیوں کے بچے انہیں دیکھ کر اپنے آباء کو تنگ کریں گے اور فرمائشین شروع کردیں گے، اور ممکن ہے کہ ان کے پاس اس وقت پیسے موجود نہ ہوں یا ایسی چیز خریدنے کی استطاعت نہ ہو، تو آپ کے اس عمل کی وجہ سے یہ ان کے بچے روئیں گے اور آپ کے پڑوسیوں کو تکلیف پہنچے گی، اور نبی کریم ﷺ نے ہمیں پڑوسیوں کو ہر قسم کی تکلیف پہنچانے سے منع فرمایا ہے[240] اور پڑوسیوں کے ساتھ

238–- قال عليه السلام عن حقوق الجار: " إِنْ مَرِضَ عُدْتَهُ، وَإِنْ مَاتَ شَيَّعْتَهُ، وَإِنِ اسْتَقْرَضَكَ أَقْرَضْتَهُ وَإِنْ عُرِّيَ سَتَرْتَهُ، وَإِنْ أَصَابَهُ خَيْرٌ هَنَّأْتَهُ، وَإِنْ أَصَابَتْهُ مُصِيبَةٌ عَزَّيْتَهُ، وَلَا تَرْفَعْ بِنَاءَكَ فَوْقَ بِنَائِهِ فَتَسُدَّ عَلَيْهِ الرِّيحَ، وَلَا تُؤْذِهِ بِرِيحِ قِدْرِكَ، وَلَا تَغْرِفْ لَهُ مِنْهَا " شعب الإيمان، إكرام الجار، حديث:9114، 106/12

239- وفي الحديث «إذا طبخت مرقا فأكثر ماءه، ثم انظر أهل بيت من جيرانك، فأصبهم منها بمعروف»، مسلم، كتاب البر والصلة والآداب، باب الوصية بالجار والإحسان إليه، حديث2625، 2025/4.

240- حيث: قِيلَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ فُلَانَةَ تَقُومُ اللَّيْلَ وَتَصُومُ النَّهَارَ، وَتَفْعَلُ، وَتَصَدَّقُ، وَتُؤْذِي جِيرَانَهَا بِلِسَانِهَا، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " لَا خَيْرَ فِيهَا هِيَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ. (شعب الإيمان: كتاب إكرام الجار، حديث رقم 9098، ج12، ص94)

فہرست ملاحظہ فرمائیں00

احسان کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ ارشاد نبوی ہے: «من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فليحسن إلى جاره،»[241]

پڑوسیوں کے ساتھ حسنِ معاشرت کے ذریعے احسان کی صورتیں اس طرح ہیں کہ جب بھی وہ راستے میں ملے تو اسے سلام میں پہل کی جائے، اس کے ساتھ نرم اور اچھے طریقے سے گفتگو کی جائے، اگر اس میں کوئی دینی واخلاقی بگاڑ دیکھا جائے تو فوراً اس کا تدارک کرتے ہوئے اسے سیدھی راہ کی طرف ہدایت کی جائے اور اسے نصیحت کی جائے تاکہ دین اور دنیا میں کامیاب ہوسکے جس طرح نبی کریم ﷺ نے اپنے خاندان والوں کو جمع کر کے ان کے لیئے طعام کا بندوبست کیا اور انہیں دعوتِ دینِ حق دی جس کا قرآن پاک میں آپ کریم ﷺ کو حکم دیا گیا ارشاد ہوا: (وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ)[242]، پڑوسی کی غیر موجودگی میں اس کے گھر کی حفاظت کی جائے، اس کی ہر لمحہ چاہے وہ خوشی ہو یا غم مدد ونصرت کی جائے اور اس کا ساتھ دیا جائے، اور پڑوسی کے ساتھ احسان کرنے کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ اسے علم کی طرف متوجہ کیا جائے اور مسائل ومشاکل میں اس کے ساتھ ویسا ہی رویہ رکھا جائے جیسا اپنے اہل کے ساتھ اور اپنے بچوں کے ساتھ ہوتا ہے یعنی خلوص کے ساتھ اسے اچھا مشورہ دیا جائے اور اس کی مدد کی جائے جو کہ اسے دین ودنیا میں فائدہ دے سکے۔

241- مسلم، كتاب الإيمان، باب الحث على إكرام الجار، حديث:77، ج1، ص69

242- الشعراء:214

فصل ہشتم:
فقراء ومساکین سے احسان:

اللہ تبارک وتعالیٰ نے فقراء اور مساکین کے ساتھ ان پر خرچ کر کے احسان کرنے کا حکم فرمایا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے: (إِنْ تُبْدُوا الصَّدَقَاتِ فَنِعِمَّا هِيَ وَإِنْ تُخْفُوهَا وَتُؤْتُوهَا الْفُقَرَاءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَكُمْ وَيُكَفِّرُ عَنْكُمْ مِنْ سَيِّئَاتِكُمْ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ) (243) ایک اور جگہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: (لِلْفُقَرَاءِ الَّذِينَ أُحْصِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا يَسْتَطِيعُونَ ضَرْبًا فِي الْأَرْضِ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ أَغْنِيَاءَ مِنَ التَّعَفُّفِ تَعْرِفُهُمْ بِسِيمَاهُمْ لَا يَسْأَلُونَ النَّاسَ إِلْحَافًا وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ اللَّهَ بِهِ عَلِيمٌ) (244) اور ہمارے پیارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ مساکین، فقراء اور کمزور اور بوڑھوں سے زیادہ محبت کرتے تھے، اور نبی کریم ﷺ یہ چیز محبوب رکھتے تھے کہ آپ کی دنیا وآخرت مساکین کے ساتھ ہو اور اپنی امت کو یہ درس دیا کہ اللہ کا قرب مساکین کے قرب سے بھی حاصل ہو سکتا ہے اور اس کے لیئے دعا بھی فرمایا کرتے تھے: قال: اللهُمَّ أحيني مسكينًا، وأمِتْني مسكينًا، واحشرني في زمرة المساكين يوم القيامة، قال: فقالتْ عائشة: لِمَ يا رسول الله؟ قال: إنهم يدخلون الجنة قبل

243- البقرة: 271

244- البقرة: 273

فہرست ملاحظہ فرمائیں 00

الأغنياء بأربعين خريفًا يا عائشة، لا تردِّي المسكين ولو بشق تمرة، يا عائشة، أحبي المساكين وقربيهم، يقربك الله يوم القيامة)) [245]

فقراء اور مساکین کے ساتھ احسان کی تعریف کرتے ہوئے امام ابن جریر الطبری رحمۃاللہ علیہ لکھتے ہیں کہ: ان کے وہ حقوق ادا کرو جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے مال میں سے مقرر کیئے ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے مساکین اور فقراء پر خرچ کرنے کو تقویٰ کے حصول کے لیئے شرط قرار دیا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے: (لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُوَلُّوا وُجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلَكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّينَ وَآتَى الْمَالَ عَلَى حُبِّهِ ذَوِي الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ وَالسَّائِلِينَ وَفِي الرِّقَابِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ وَالْمُوفُونَ بِعَهْدِهِمْ إِذَا عَاهَدُوا وَالصَّابِرِينَ فِي الْبَأْسَاءِ وَالضَّرَّاءِ وَحِينَ الْبَأْسِ أُولَئِكَ الَّذِينَ صَدَقُوا وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ) [246]

فقراء ومساکین پر احسان کرنے کی صورت یہ ہے کہ جو کچھ بھی ان پر خرچ کیا جائے وہ خالصۃً حصولِ رضائے رب العالمین ہی ہو اور یہ بات ذہن میں رکھی جائے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے لوگوں کے درمیان مال ودولت کی تقسیم امتحان وابتلاء کے

245- سنن الترمذي: أبواب الزهد، باب ما جاء أن فقراء المهاجرين يدخلون الجنة قبل أغنيائهم حديث:2352، 155/4

246- البقرة:177

فہرست ملاحظہ فرمائیں00

لیئے رکھی ہے اور یہ ایک فتنہ یعنی امتحان ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے: (وَاعْلَمُوا أَنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ)[247] اور جب بھی کوئی حاجتمند دروازے پر دستک دے تو اپنی استطاعت کے مطابق للہ فی اللہ اس کی حاجت روائی کی جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جو مال ہمیں عنایت فرمایا ہے اس میں حاجتمندوں اور ضرورتمندوں کے لیئے بھی حصہ مختص ہے جو کہ ان کا حق ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے: :(وَفِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ) [248]. اور یہود ومشرکین اور زنادقہ کی طرح ہرگز یہ بات زبان پر نہ لائی جائے کہ اگر اللہ چاہتا تو انہیں خود عطا کر دیتا اور انہوں نے مال خرچ کرنے سے انکار کر دیا۔ قرآن پاک میں ہے: (قَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلَّذِينَ آمَنُوا أَنُطْعِمُ مَنْ لَوْ يَشَاءُ اللَّهُ أَطْعَمَهُ)[249].

فقراء ومساکین کے ساتھ احسان اس طرح بھی کیا جاسکتا ہے کہ ان کے اوپر جو قرضے ہیں وہ ادا کیئے جائیں اور ان کے لیئے ماہانہ یا ہفتہ وار یا روزانہ جس طرح آسان ہو وظیفہ معین کیا جائے جو انہیں وقتاً فوقتاً ادا کیا جائے اور اس طرح قائم اللیل، صائم الدہر اور مجاہد فی سبیل اللہ ہونے کا اجر وثواب بھی حاصل ہو جاتا ہے۔ حدیث مبارک

247- الأنفال:28

248- الذاريات:19

249- يس:47

میں ہے: "الساعي على الأرملة والمسكين كالمجاهد في سبيل الله" وأحسبه قال: "كالقائم الذي لا يفتر وكالصائم الذي لا يفطر"[250].

اور جو شخص فقراء ومساکین کے لیئے کچھ وظیفہ مقرر کردے تو اسے چاہئے کہ وہ اس کی ادائگی میں تعطل اور سستی نہ کرے چاہے وہ فقراء ومساکین اسے تکلیفیں پہنچائیں یا گنہگار ہی کیوں نہ ہوں۔ چنانچہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے کہ آپ اپنے خالہ زاد مسطح بن اثاثہ کو کچھ مال دیا کرتے تھے جس سے ان کا معاش اور گذر ہوا کرتا تھا۔ جب یہ ان لوگوں میں شامل ہوا جنہوں نے ام المؤمنین بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائی تو سیدنا صدیقِ اکبر نے ان کا وظیفہ روک دیا اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے وظیفہ جاری کرنے کا ارشاد آیا اور آپ نے دوبارہ ان کا وظیفہ جاری کر دیا۔ یہ واقعہ کتبِ حدیث میں اس طرح مذکور ہے: قال أبو بكر: والله لا أنفعه بنافعة أبدًا بعد هذه المقالة، فالله تعالى عفو غفور حليم لطيف بعباده، أنزل الله: ﴿وَلَا يَأْتَلِ أُولُو الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ أَنْ يُؤْتُوا أُولِي الْقُرْبَى وَالْمَسَاكِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا أَلَا تُحِبُّونَ أَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ﴾(النور: 22)، فعند ذلك قال أبو بكر: بلى، والله يا ربنا إنا نحب أن تغفر لنا، فأعاد أبو بكر النفقة وما كان يجريه على مسطح.[251]

250- البخاري: كتاب النفقات، باب فضل النفقة على الأهل، حديث:5353، 62/7.

251- البخاري: كتاب المغازي، باب حديث حديث4141، 116/5

فہرست ملاحظہ فرمائیں00

فقراء و مساکین کے ساتھ احسان کی صورتوں میں سے یہ بھی ہے کہ ان کے ساتھ بیٹھا جائے تاکہ ان کے مسائل جانے جائیں ان سے کفار و مشرکین کہ نقشِ قدم پر چل کر نفرت نہ کی جائے۔ نبی کریم ﷺ نے جب کفار و مشرکین کو دعوتِ دینِ حق دی تو کفار آپ کریم ﷺ کی مجلس میں صرف فقراء و مساکین کی موجودگی کی وجہ سے نہیں آتے تھے اور اسی لیئے وہ بڑے نقصان میں گئے اور دنیا و عقبیٰ کی عظیم ترین نعمت یعنی نعمتِ ایمان سے محروم رہے۔ چنانچہ اس طرح کا ایک واقعہ یہاں پیش کیا جاتا ہے: عن سعد بن أبي وقاص – رضي الله عنه – قال: كنَّا مع النبي – صلى الله عليه وسلم – ستة نفر، فقال المشركون :اطرد هؤلاء، لا يجترئون علينا؛ يعنون أن هؤلاء الضعفاء الذين تجالسهم وتدنيهم لا نحب أن نجلس معهم، فتجعل لنا مجلسًا وحدنا خاصًّا معك، فوقع في نفس النبي – صلى الله عليه وسلم – من ذلك ما وقع لحِرْصه على هدايتهم، فأنزل الله تعالى هذه الآية (وَلَا تَطْرُدِ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ)[252][253]

اگر کوئی فقیر و مسکین فوت ہو جائے تو یہ بات ذہن میں رکھی جائے کہ وہ بھی ایک مسلمان تھا وہ بھی ایک انسان تھا جو اس دنیا سے اپنی زندگی مکمل کر کے چلا گیا اور ہمیں بھی بالآخر یہ جہان چھوڑنا ہے۔ اور آج کل ہمارے معاشرے میں یہ بھی بیماری پیدا ہو گئی ہے کہ اگر کوئی امیر و اعلیٰ عہدے پر فائز شخص فوت ہو جاتا ہے تو ہزار ہا

252- الأنعام: 52

253- مسلم، كتاب فضائل الصحابة رضي الله تعالى عنهم، باب في فضل سعد بن أبي وقاص رضي الله عنه حديث:2413، 1854/4؛ وتفسير القرطبي431/6.

فہرست ملاحظہ فرمائیں00

کلومیٹر کا طویل سفر کر کے بھی کثیر تعداد میں لوگ اس کے جنازے میں شرکت کرتے ہیں اور اس کے اہل وعیال سے اور پسماندگان سے تعزیت کی جاتی ہے لیکن افسوس صد افسوس کہ اگر کوئی غریب و مسکین یا فقیر فوت ہو جاتا ہے تو اس کے پڑوسی بھی نمازِ جنازہ میں شرکت سے کتراتے ہیں اور شرم محسوس کرتے ہیں اور فقط اس کے اہلِ خانہ اور قریبی رشتہ دار ہی اس کے جنازے میں شرکت کرتے نظر آتے ہیں۔ اور نبی کریم ﷺ جو نبی رحمۃ بلکہ رحمۃ اللعلمین ہیں آپ نے خصوصی طور پر فقیر و مساکین کے ساتھ رحمت و شفقت اور اچھے اخلاق کے ساتھ پیش آنے کی تعلیم دی ہے اور یہ بھی تعلیم دی ہے۔ کتبِ حدیث میں ایک سیاہ فام صحابی یا صحابیہ کا واقعہ ملتا ہے کہ وہ فوت ہوا تو اس کی خبر آپ کریم ﷺ کو نہ دی گئی جب آپ کریم ﷺ نے کئی دنوں سے اسے نہ دیکھا تو دریافت فرمانے پر صحابہ کرام نے بتایا کہ وہ تو فوت ہو چکا ہے، آپ کریم ﷺ نے کہا تو مجھے کیوں نہ بتایا گیا۔ تو صحابہ نے اس کا قصہ بیان کرنا شروع کر دیا اور اس کی تحقیر کرنے لگے۔ آپ کریم ﷺ نے اس سیاہ فام صحابی کی قبر مبارک پہ بذاتِ خود جا کر نماز ادا کی اور دعا کی۔ کتبِ حدیث میں اس واقعہ کی تفصیل اس طرح بیان ہوئی ہے: عن أبي هريرة – رضي الله عنه – أن رجلا أسود أو امرأة كان يكون في المسجد يقم المسجد، فمات ولم يعلم النبي – صلى الله عليه وسلم – بموته فذكره ذات يوم فقال: "ما فعل ذلك الإنسان؟ " قالوا: مات يا رسول الله، قال:"أفلا آذنتموني؟

" فقالوا: إنه كان كذا وكذا –قصته– قال: فحقروا شأنه– قال: "فدلوني على قبره"، "فأتى في قبره فصلى عليه.[254]

فقراء ومساکین کے ساتھ احسان یہ ہے کہ انہیں سوال کرنے سے پہلے ہی کچھ نہ کچھ ادا کیا جائے کیونکہ جو شخص حقیقی مسکین وفقیر ہوا کرتا ہے وہ سوال کرنے میں اپنی تذلیل محسوس کرتا ہے اور بار بار اپنا ہاتھ لوگوں کے سامنے پھلانے سے گھبراتا ہے اور وہ بھیک مانگنے کے لیئے گھروں کا طواف نہیں کرتا، حدیث پاک میں ہے: ((ليس المسكين بهذا الطوّاف الذي يطوف على الناس، تردُّه التمْرة والتمرتان، واللقمة واللقمتان، ولكن المسكين الذي لا يجد غنى يغنيه، ولا يُفطن له فيتصدق عليه، ولا يقوم فيسأل الناس)[255] یہی وہ اصل اور حقیقی مسکین ہے جس پر قرآن وحدیث میں مال خرچ کرنے کی ترغیب دی گئی ہے اور اس کی ہلاکت کو خوف ہوتا ہے کیونکہ یہ خود تو ہلاک ہو جاتا ہے لیکن کسی کے آگے ہاتھ نہیں پھلاتا۔اور جو لوگ روزانہ بھیک مانگنے کے لیئے گھروں کا طواف کرتے ہیں اور ہاتھ پھلاتے ہیں ممکن ہے کہ وہ یہ سب کچھ مال ودولت کو بڑہانے کے لیئے کر رہے ہوں۔اور یہ حقیقی مسکین کو اپنے حال کو لوگوں کے سامنے لانے سے ڈرتا ہے اور اپنی مسکینی کو چھپائے رکھتا ہے اگر اس پر مال خرچ کر کے اس کی

254- البخاري: كتاب الجنائز، باب الصلاة على القبر بعد ما يدفن: حديث:1337، 89/2

255- مسلم: كتاب الزكاة، باب المسكين الذي لا يجد غنى، ولا يفطن له فيتصدق عليه، حديث:1039، ج2، ص719.

فہرست ملاحظہ فرمائیں00

حاجت روائی نہ کی گئی تو ممکن ہے کہ قیامت کے دن سخت سوال ہوں اور جہنم کی آگ میں ڈال دیئے جائیں۔ قرآن پاک میں ہے: ﴿مَا سَلَكَكُمْ فِي سَقَرَ قَالُوا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّينَ وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِينَ﴾(256) مساکین کے ساتھ ہمدردی اور انہیں کھانا کھلانا اور ان کی حاجت روائی کرنا دخولِ جنت کے اسباب میں سے ہے اور جنت میں بلند مقام اور اعلیٰ درجات ملنے کے اسباب میں سے ہے۔

256- المدثر: 42 - 44

فہرست ملاحظہ فرمائیں00

باب سوٗم:

احسان کے فوائد

فہرست ملاحظہ فرمائیں00

اللہ تبارک وتعالیٰ سب سے بڑا حکیم ہے اور اس کے تمام امور چاہے وہ امر ہوں یا نہی ، ان میں کئی قسم کے فوائد و حکمتیں شامل ہوتی ہیں۔ اللہ پاک نے ہمیں عبادات و معاملات بلکہ تمام امور میں احسان کرنے کا حکم دیا ہے اور سنتِ مبارکہ میں بھی احسان کرنے کی تاکید فرمائی گئی ہے اور مثالیں بھی قائم کردی گئی ہیں۔ احسان کرنے کا حکم چونکہ اللہ اور اس کے نبی کریم ﷺ کی طرف سے ہے تو یقینا یہ فوائد وحکمتوں سے خالی نہیں ہو سکتا اور احسان کرنے والے کا عمل کبھی بھی ضایع نہیں ہو سکتا قرآن پاک میں ہے : (إِنَّا لَا نُضِيعُ أَجْرَ مَنْ أَحْسَنَ عَمَلًا)[257] وقوله:(إِنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ)[258] بلکہ اللہ تبارک وتعالیٰ تو احسان کرنے والے محسن پر بدلے میں بھی احسان کرتا ہے اور وہ سب سے بڑا احسان کرنے والا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے : (هَلْ جَزَاءُ الإحسان إِلَّا الإحسان)[259]، نبی کریم ﷺ نے اپنے ارشادِ گرامی سے یہ بھی واضح کردیا کہ اللہ تعالیٰ کسی کا بھی نیک عمل ضایع نہیں کرتا چاہے وہ مسلمان ہو یا کافر، بلکہ اسے اس کا اجر اور بدلہ عطا کردیتا ہے چاہے وہ دنیا میں ہو یا آخرت میں۔ ارشاد نبوی ہے : :(إن الله لا يظلم المؤمن حسنةً، يُثابُ عليها الرزق في الدنيا، ويجزى بها

257- (الكهف: 30)

258- (التوبة: 120)

259- (الرحمن. [60 :.

فہرست ملاحظہ فرمائیں00

في الآخرة. وأما الكافر فيُطعم بها في الدنيا، فإذا كان يومُ القيامة لم تكن له حسنةً)[260].

جس طرح احسان کے میدان اور احسان کرنے کی جگہیں مختلف و متعدد ہیں اسی طرح احسان کے فوائد و حکمتیں بھی کثیر تعداد میں ہیں۔ ان میں سے کچھ کا تعلق دنیاوی زندگی پر منحصر ہے اور کچھ فوائد آخرت میں بھی میسر آئیں گے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: (وَقِيلَ لِلَّذِينَ اتَّقَوْا مَاذَا أَنْزَلَ رَبُّكُمْ قَالُوا خَيْرًا لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا فِي هَذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ وَلَدَارُ الْآخِرَةِ خَيْرٌ وَلَنِعْمَ دَارُ الْمُتَّقِينَ)[261] اس آیت کریمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس دنیا میں بھی نیکی واحسان کا اجر وبدلہ دیا جائے گا لیکن جو اجر آخرت میں دیا جائے گا وہ تمام افضل اور بہترین ہوگا۔ ایک اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: (لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَلَأَجْرُ الْآخِرَةِ أَكْبَرُ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ)[262] احسان کے فوائد کی تفصیل سے پہلے یہ بات بھی جاننی چاہیۓ کہ سب سے افضل واعلیٰ اور بہترین فائدہ جو احسان کرنے سے حاصل ہوتا ہے وہ رب العالمین کی رضا ہے اور اس کی محبت کا حصول ہے۔ اور یہ ایسی چیز ہے جس کے حصول کے لیئے تمام تر مخلوق باری تعالیٰ لگی رہتی ہے اور رضا و محبتِ رب العٰلمین کو پانے کے لیئے مختلف ذرائع ڈھونڈتی رہتی ہے۔ لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ نے

---

260 – مسلم، كتاب صفة القيامة والجنة والنار، باب جزاء المؤمن بحسناته في الدنيا والآخرة وتعجيل حسنات الكافر في الدنيا حديث2808، 2162/4.

261- (النحل: 30)

262- (النحل: 41)

محسنین (احسان کرنے والوں کو) اپنا محبوب بنایا ہوا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: (وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ) [263] ایک دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: (وَأَحْسَنُوا وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ) [264] اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: (إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ) [265] اور اس باب میں احسان کے فوائد کی تقسیم کی گئی ہے اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ احسان کے فوائد فقط یہی ہیں اس کے علاوہ اور نہیں بلکہ یہاں فقط چند فوائد ذکر کئے گئے ہیں کیونکہ تمام فوائد کا احاطہ کرنا میرے لیئے ناممکن بات ہے۔

263- (آلعمران:134)

264- (المائدۃ: 93)

265- (المائدۃ: 13)

فصل اول:
دنیا میں احسان کے فوائد

احسان کرنے والے کو دنیا میں احسان کے کئی طرح کے فوائد حاصل ہوتے ہیں یہ فوائد تمام محسنین کو حاصل ہوتے ہیں اور محسن کے لیئے صاحبِ ایمان ہونا لازمی نہیں۔ جن کی تفصیل مع مثال درج ذیل ہے:

1. عذابِ الٰہی سے نجات:

چونکہ انبیاء علیہم السلام تمام انسانوں میں سے سب سے بڑے محسنین شمار ہوتے ہیں۔ انہوں نے اپنی جان کو خطروں میں ڈال کر تمام تر مشکلات کا سامنا کرتے ہوئے دعوتِ دینِ حق اور لوگوں کی ہدایت جاری رکھی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے سورۃ الصافات میں جب انبیاء علیہم السلام کو درپیش مشاکل ومسائل کا ذکر کیا اور ان کی قوموں پر عذاب نازل ہونے کا ذکر کیا ہے تو اس عذاب سے صرف انہی محسنین (انبیاء علیہم السلام اور ان کے اصحاب) کو ہی نجات حاصل ہوئی۔ اور یہ نجات اللہ کے فضل اور انبیاء علیہم السلام کے عملِ احسان کی جزا کے طور پر حاصل ہوئی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن پاک میں حضرت نوح علی نبینا وعلیہ السلام اور ان کے اصحاب کی نجات اور کامیابی کو ذکر کیا ہے: (وَلَقَدْ نَادٰنَا نُوحٌ فَلَنِعْمَ الْمُجِيبُونَ وَنَجَّيْنَاهُ وَأَهْلَهُ مِنَ

فہرست ملاحظہ فرمائیں 00

الْكَرْبِ الْعَظِيمِ)[266] اس کے بعد ارشاد باری تعالیٰ ہے: (سَلَامٌ عَلَى نُوحٍ فِي الْعَالَمِينَ إِنَّا كَذَلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ)[267] اسی طرح اللہ تبارک وتعالیٰ نے سیدنا ابراہیم علی نبینا وعلیہ السلام اور ان کی قوم کا ذکر کیا ہے اور بعد میں ذبح عظیم کا ذکر کرتے ہوئے بتایا ہے کہ ہم محسنین کو اسی طرح نجات وکامیابی بدلے میں عنایت فرماتے ہیں ارشاد ربانی ہے: (قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْيَا إِنَّا كَذَلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ)[268] اسی طرح جب قرآن پاک میں سیدنا موسیٰ وہارون علیٰ نبینا وعلیہما السلام کا ذکر ہوا ہے تو ان کے اعداء پر نصرت اور غلبے کا بھی ذکر کیا گیا ہے کیونکہ نصرتِ خداوندی ہمیشہ محسنین کا مقدر ہوتی ہے۔ارشاد ربانی ہے: (إِنَّا كَذَلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ)[269] اسی طرح قرآن پاک میں دوسرے انبیاء علیہم السلام کا بھی ذکر ہے کہ انہیں دنیاوی عذاب سے محفوظ رکھا گیا اور ان کے اصحاب ومؤمنین بھی محفوظ رہے۔

1- بادشاہی، علم، عزت اور دوسری نعمتوں کا حصول: انبیاء علیہم السلام میں سے سیدنا یوسف علی نبینا وعلیہ السلام نے کئی طرح کی مشکلات ومسائل کا سامنا کیا۔ سب سے پہلے یہ کہ آپ کے بھائیوں نے آپ کو کوئیں میں پھینکا اور بعد میں قلیل قیمت پر فروخت کردیا اور بالآخر عزیزِ مصر کے غلام بنے اور اسی کے گھر میں ہی

266- الصافات: 75-76

267- الصافات:79-80

268- الصافات:105

269- الصافات:121

فہرست ملاحظہ فرمائیں00

رہے۔ لیکن ان تمام مشاکل و مسائل کو آپ نے صبر واستقامت سے برداشت کیا اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری میں لگے رہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے انہیں علم وحکمت اور خصوصاً خوابوں کی تعبیر کا علم عطافرمایا ارشاد باری تعالیٰ ہے: (وَلَمَّا بَلَغَ أَشُدَّهُ آتَيْنَاهُ حُكْمًا وَعِلْمًا وَكَذَلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ)[270] اس کے بعد آپ علیہ السلام زندگی کے کئی مرحل و مسائل سے گذرے اور بالآخر آپ کو قید میں ڈال دیا گیا۔ اور بعد میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کے احسانوں (نیکی، صبر اور استقامت) کا بدلہ دیا اور آپ خزانوں پر مقرر فرمادیئے گئے ارشادِ باری تعالیٰ ہے: (وَكَذَلِكَ مَكَّنَّا لِيُوسُفَ فِي الْأَرْضِ يَتَبَوَّأُ مِنْهَا حَيْثُ يَشَاءُ نُصِيبُ بِرَحْمَتِنَا مَنْ نَشَاءُ وَلَا نُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ)[271] اور اس کے ساتھ ہی آپ کی تمام تر مشکلات کا حل نکلتا آ یا یہاں تک کہ دوبارہ آپ اپنے اہل وعیال سے ملے اور یہ تمام تر بدلہ دنیوی ہے چاہے جتنا بھی زیادہ ہو در حقیقت قلیل ہی ہے اور آخرت میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے محسنین کے لیئے بہت بڑا اجر رکھا ہے۔ ارشاد ربانی ہے: (وَلَأَجْرُ الْآخِرَةِ خَيْرٌ لِلَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ)[272]

2- اپنی اور اہل وعیال کی برائی وبے حیائی سے حفاظت:

چونکہ حضرت یوسف علیٰ نبینا وعلیہ السلام نے عزیز مصر کے گھر میں تربیت حاصل کی اور آپ کے ساتھ عزیزِ مصر نے اپنی اولاد کی طرح نیکی و بھلائی کی اور رحمت

270- یوسف: 22

271- یوسف:56

272- یوسف:57

وشفقت کے ساتھ پیش آتا تھا، اور ظاہری طور پر سیدنا یوسف علی نبینا وعلیہ السلام پر عزیزِ مصر کے کئی احسانات تھے اور عزیزِ مصر آپ کے محسنین میں سے تھا۔ جب عزیزِ مصر کی عورت نے آپ کو اپنی جانب راغب کرنا چاہا اور دروازے بند کردیئے تو حضرت یوسف علی نبینا وعلیہ السلام نے کیا کیا اور کیا کہا! ؟ آپ نے عزیزِ مصر کے احسانات یاد کیئے اور کہا: (قَالَ مَعَاذَ اللَّهِ إِنَّهُ رَبِّي أَحْسَنَ مَثْوَايَ)[273] اور کہا (لِيَعْلَمَ أَنِّي لَمْ أَخُنْهُ بِالْغَيْبِ)[274] اس مثال سے واضح ہوتا ہے کہ اگر آپ کسی پر (عزیزِ مصر کی طرح) احسان کرتے ہیں تو بوقت حاجت وہ آپ کے اہل واولاد کی حفاظت کرتا ہے اور اپنے آپ کو قید میں ڈال کر اپنے محسن کو برائی اور بے حیائی سے بچاتا ہے لیکن اپنے محسن کی غیر موجودگی میں بھی اس کے مال وعیال کے ساتھ کسی بھی قسم کی خیانت نہیں کرتا۔

اسی طرح ہجرت کے ساتویں سال جب کسی سریہ کے قیدی جب آپ کریم ﷺ کے پاس لائے گئے اور ان میں انسان ذات کے ایک بڑے خیر خواہ شخص حاتم طائی کی بیٹی بھی تھی جس کا نام سفانہ بنت حاتم طائی تھا۔ تو اس نے آپ کریم ﷺ سے احسان کرنے کی التجا کی تو آپ کریم ﷺ نے اس کے والد حاتم طائی کے انسان

273- یوسف:23

274- یوسف:52

ذات کے ساتھ نیکی اور بھلائی کا بدلہ دیتے ہوئے آزاد بھی کیا، اسے عزت واکرام سے بھی نوازا اور زادِ راہ بھی آپ کریم ﷺ نے ہی عنایت فرمایا۔ حالانکہ اس وقت حاتم طائی فوت ہو چکا تھا۔

3- قبولیت دعا:

اللہ تبارو تعالیٰ کا ارشاد ہے: (وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ)[275] اور دعا نیک اعمال میں سے ہے بلکہ اسے مخ العبادت اور اصلِ عبادت کہا گیا ہے، ارشادِ نبوی ہے: (إن الدعاء هو العبادة) [276] دعا کو تمام تر دینی واخروی مسائل سے نجات کا سبب قرار دیا گیا ہے۔ اور دعا کی جلد قبولیت کے اسباب میں سے یہ بھی ہے کہ دعا کرتے وقت اپنے نیک اعمال کو یاد رکھا جائے جس طرح تین دوستوں کے واقعہ میں مذکور ہے کہ وہ کسی غار میں داخل ہوئے اور غار کسی بڑے پتھر سے بند ہو گئی اور وہ تینوں غار میں پھنس گئے۔ انہوں نے کہا کہ اب ہمیں اس مصیبت و مشکل سے کوئی بھی نجات نہیں دلا سکتا سوائے یہ کہ ہم اللہ تبارک وتعالیٰ سے نیک اعمال کے وسیلہ سے دعا کریں، پھر ان تینوں نے ایک ایک کر کے دعا مانگی اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے

275- غافر: 60

276- سنن ابن ماجة: كتاب الدعاء، فضل الدعاء، حديث: 3828، 1258/2

فہرست ملاحظہ فرمائیں00

فوراً ان کی دعاؤں کو قبول کیا یہاں تک کہ ان کے نکلنے کا راستہ بن گیا اور ان محسنین نے اپنے احسانوں کے ذریعے سے ایک بڑی مصیبت سے نجات حاصل کی۔ [277]

4- ایمان تقویٰ اور نیکی میں درجہ کمال حاصل ہونا:

اللہ تبارک وتعالیٰ نے کمالِ ایمان کو نیک اعمال کے ساتھ مشروط کیا ہوا ہے اور صراحۃ بتایہ ہے کہ کلمہ پڑھ کر ایمان کے دائرے میں داخل ہو کر کسی مقرر و معین رخ کی طرف منہ موڑنا ایک نیک کام ہے لیکن حصولِ حقیقتِ ایمان اور کمالِ ایمان مخلوقِ خداوندی کے ساتھ احسان اور بھلائی سے ہوتا ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے: (لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُوَلُّوا وُجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلَكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّينَ وَآتَى الْمَالَ عَلَى حُبِّهِ ذَوِي الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ وَالسَّائِلِينَ وَفِي الرِّقَابِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ وَالْمُوفُونَ بِعَهْدِهِمْ إِذَا عَاهَدُوا وَالصَّابِرِينَ فِي الْبَأْسَاءِ وَالضَّرَّاءِ وَحِينَ الْبَأْسِ أُولَئِكَ الَّذِينَ صَدَقُوا وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ) [278] **ایک اور جگہ ارشاد ہے:** (لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ شَيْءٍ فَإِنَّ اللَّهَ بِهِ عَلِيمٌ) [279]

277- أنظر القصة الكاملة: صحيح مسلم، كتاب الرقاق، باب قصة أصحاب الغار الثلاثة، والتوسل بصالح الأعمال، ج4، ص2099، حديث رقم:2743

278- البقرة:177

279- آل عمران:92

فہرست ملاحظہ فرمائیں00

اس آیہ کریمہ میں مادی (اپنی محبوب ترین) چیزوں کو اللہ تبارک وتعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنا ہی نیکی کی حقیقت تک پہنچنے کا واحد راستہ بتایا گیا ہے۔

5- دین کی حفاظت:

اللہ تبارک وتعالیٰ حکیم ہے اور اس نے مسلمانوں کو باوجودیکہ وہ حق پر ہیں، اس چیز سے منع فرمایا کہ وہ مشرکین کے معبودانِ باطلہ کو گالی گلوچ نہ کریں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: (وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ كَذَٰلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ أُمَّةٍ عَمَلَهُمْ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّهِمْ مَرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ)[280] اگر مسلمان ان کے بتوں کو برا بھلا کہیں اور ان کے خاص امورِ دین کی توہین کریں اور نازیبا الفاظ استعمال کرتے رہیں تو ممکن ہے کہ وہ کفار ومشرکین بھی اللہ عزوجل، اسلام اور نبی اسلام علیہ السلام کی شان میں نازیبا الفاظ استعمال کریں اسی لیئے مسلمانوں کو مشرکین کے معبودانِ باطلہ، ان کے عبادت گاہوں وغیرہ کو برا بھلا کہنے سے منع فرمایا گیا ہے کیوں کہ یہ کام ایک بڑی برائی اور گناہ / فتنے کا سبب بن رہا ہے۔ [281] اسی طرح دوسروں کے آباء اجداد کو بھی گالی گلوچ کرنے سے منع فرمایا گیا ہے تاکہ ہمارے والدین بھی دوسروں کی غلط زبان سے محفوظ رہ سکیں۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

280- الأنعام:108

281- التحرير والتنوير، 430/7

فہرست ملاحظہ فرمائیں00

«فَلَا تَمْشِ أَمَامَهُ، وَلَا تَجْلِسْ قَبْلَهُ، وَلَا تَدْعُهُ بِاسْمِهِ، وَلَا تَسْتَسِبَّ لَهُ»[282] قرآن وحدیث میں بتائے ہوئے ان نیک واحسان طریقوں پر چلتے ہوئے ہم اپنے دین واپنی عزت کو محفوظ رکھ سکتے ہیں۔

6- قلبی کون واطمینان کا حصول:

آج کل کے نفسا نفسی کے عالم میں ہر ایک شخص اس تگ ودوڑ میں ہے کہ کس طرح قلبی سکون حاصل کیا جاسکتا ہے اور قلبی سکون حاصل کرنے کے لیئے مغرب کی تقلید کرتے ہوئے غیر موزون ذرائع بھی ڈھونڈے جارہے ہیں اور ان پر عمل پیرا ہو کر مزید مشاکل اور قلبی بے اطمینانی پیدا کی جارہی ہے، اور وقتاً فوقتاً یہ امر مزید مشکل ہوتا جارہا ہے کہ کس طرح اور کس ذریعے سے قلبی سکون حاصل کیا جائے؟۔ حالانکہ تعلیماتِ اسلام نے یہ بھی مسئلہ حل کر دیا ہے اور واضح الفاظ میں بتادیا ہے کہ دلی سکون نیک اعمال کے اندر رکھ دیا گیا ہے مثلاً نماز، دعا، حج، زکاۃ اور اس طرح کے دوسرے نیک اعمال میں بھی سکون واطمینان رکھا ہوا ہے۔ ارشادِ باری

282- المعجم الأوسط للطبراني: 267/4، حديث 4159، المؤلف: سليمان بن أحمد بن أيوب بن مطير اللخمي الشامي، أبو القاسم الطبراني (المتوفى: 360هـ)، المحقق: طارق بن عوض الله بن محمد , عبد المحسن بن إبراهيم الحسيني، الناشر: دار الحرمين – القاهرة.

والتستسب: بأن تسب أبا غيرك، فيسب أباك مجازاة لك = وهذا أدب يفتقده الناس يومًا بعد يوم.

تعالیٰ ہے: (الَّذِينَ آمَنُوا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوبُهُمْ بِذِكْرِ اللَّهِ أَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ)[283] اسی طرح معاملات میں بھی اطمینان وسکون رکھا گیا ہے مثلاً فقراء ومساکین سے احسان کرنا اور یتیم کے ساتھ نیکی واحسان کرنا بھی اسبابِ تسکینِ قلب میں سے ہے: چنانچہ ایک شخص نے بارگاہِ نبوی میں اپنے قلبی بے اطمینانی کی شکایت کی تو طبیبِ قلوب وجان حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے فرمایا: (إن أردت أن يلين قلبك فاطعم المسكين، وامسح رأس اليتيم وأطعمه)[284]

اس کا راز یہ ہے کہ ہمارا معاشرہ بے حیائی اور برائی کے جال میں پھنس چکا ہے اور اس وجہ سے ہمارے قلب واذہان بند ہوچکے ہیں اور ان کا تعلق اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ سے کمزور ہوچکا ہے اس تعلق کو استوار کرنے اور دلوں کے انشراح کے لیئے ہمیں چاہیئے کہ ہم نیک اعمال کریں جن سے غمزدہ دلوں کو خوشی وتسکین میسر ہوتی ہے، اور ایسے کام کریں جن سے غمزدوں کو خوشی، بھوکوں کو کھانا، پیاسوں کو پانی، گمراہوں کو ہدایت ملے یہاں تک کہ ہمارے قلوب میں نرمی پیدا ہو اور جب قلوب میں نرمی پیدا ہوگی توان شاء اللہ اطمینان اور تسکین بھی جلد حاصل ہوں گے۔

283- الرعد:28

284- مسند أحمد، حديث 7576، 21/13

7- تسخیرِ قلوب:

اگر کوئی شخص سخت غصہ والا ہو تو لوگ اس سے نفرت کرنے لگتے ہیں اور اس سے دور بھاگتے ہیں اسی طرح اگر کوئی شخص نرم دل ہو اور لوگوں پر احسان کرتا ہو اور لوگوں کے ساتھ نیکی و حسنِ سلوک کے ساتھ پیش آتا ہو اور رحمت واکرام اور شفقت کرتا ہو تو لوگ اس کی طرف آتے ہیں اور اس کے ارد گرد جمع ہونے لگتے ہیں اور اس کی تعلیمات سے استفادہ حاصل کرنے کے لیئے دور دور سے آتے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو ۔ باوجود اس کے کہ رحمۃ للعالمین ہیں آپ سے زیادہ نرم گوشہ ، نرم لہجہ تمام تر مخلوقات میں کسی کا نہیں۔ آپ ﷺ کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے لوگوں کے ساتھ نرمی برتنے کا حکم فرمایا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے: (فَبِمَا رَحْمَةٍ مِنَ اللَّهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ)[285] نبی کریم ﷺ کی سیرت پاک قرآن پاک کے اوامر ونواہی کا مکمل طور پر عملی نمونہ ہے اور آپ کریم ﷺ نرم اور تمام شفیق تھے چنانچہ آپ کریم ﷺ کی شفقت ورحمت کے بارے میں آپ کے اصحابی حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: " خدمت رسول الله صلى الله عليه وسلم عشر سنين،

285- آل عمران:159

فہرست ملاحظہ فرمائیں00

واللہ ما قال لي: أفا قط، ولا قال لي لشيء: لم فعلت كذا؟ وهلا فعلت كذا؟"[286] اور یہی حسنِ سلوک اور وصف رحمۃ للعالمینی ہی وہ اسباب ہیں جن کی وجہ سے لوگ تو کیا بلکہ تمام مخلوقات چاہے وہ جانور ہوں یا شجر حجر آپ کریم ﷺ کی محبت و شفقت کے گرویدہ بن گئے اور آپ کریم ﷺ کے اوامر و نواہی پر فوراً عمل کیا کرتے تھے، اور حقیقت یہ تھی کہ دل ان کے سینوں میں تھے لیکن حکمرانی اور ان کی باگ دوڑ آپ کریم ﷺ کی زبان اقدس سے ہوا کرتی تھی۔

8- رزق میں کشادگی:

ہم سب کے رزق و روزی کے مالک کا ارشاد باری تعالیٰ ہے: (وَاللَّهُ يَقْبِضُ وَيَبْسُطُ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ) [287] اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے نیک بندوں کو غیب سے رزق عنایت فرماتا ہے جس طرح اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی نیک بندی بی بی مریم علیہا السلام کو غیب سے رزق عنایت فرمایا۔ قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: (كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقاً قَالَ يَا مَرْيَمُ أَنَّى لَكِ هَذَا قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يَرْزُقُ مَنْ يَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ) [288] اس بات کو بالکل واضح کرتے ہوئے کہ نیک اعمال کے ساتھ رزق کشادہ ہوتا ہے آپ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: «من سره أن

286- مسلم، کتاب الفضائل ،بابکان رسول اللہ صلى الله عليه وسلم أحسن الناس خلقا. حدیث 2309، ج4، ص1804

287- البقرة: 245

288- آل عمران: 37

يبسط له في رزقه، أو ينسأ له في أثره، فليصل رحمه»[289] صلہ رحمی یعنی رشتوں کو مضبوط کرنا ایسا نیک عمل ہے کہ اس سے رزق میں برکت کے ساتھ ساتھ عمر میں بھی برکت حاصل ہوتی ہے۔

9- اللہ کا قرب حاصل ہونا:

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی رحمت کو محسنین کے قریب تر قرار دیا ہے۔ارشاد ربانی ہے: (إِنَّ رَحْمَتَ اللَّهِ قَرِيبٌ مِنَ الْمُحْسِنِينَ)[290] اللہ تبارک وتعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لیئے بندے کو چاہیئے کہ وہ نیک اعمال میں جلدی کرے اور بغیر کسی گھڑی کو ضایع کرتے ہوئے اس مہلت سے فائدہ اٹھائے جو موت تک دی گئی ہے اور یہاں تک کہ جو کفار اللہ، نبی ﷺ اور اسلام کے سخت ترین دشمن اور مخالفین ہیں انہیں بھی موت تک مہلت دی گئی ہے کہ اگر وہ توبہ کرلیں اور نیک اعمال میں جلدی کریں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے (ثُمَّ يَتُوبُونَ مِنْ قَرِيبٍ فَأُولَئِكَ يَتُوبُ اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا)[291]

توبہ کرنے والوں کے لیئے اللہ تبارک وتعالیٰ کی وسیع رحمت فقط گناہ کی بخشش پر منحصر نہیں بلکہ اللہ تبارک وتعالیٰ تو وہ رحیم وکریم رب ہے جو گناہ بخشتا ہے اور ان

289- البخاري: كتاب البيوع، باب من أحب البسط في الرزق، حديث: 2067، ج3/56، (يبسط) يوسع. (ينسأ) يؤخر. (أثره) بقية عمره. (فليصل رحمه) فليبر بأقاربه

290- الأعراف: 56

291- (النساء: 17)

تمام گناہوں کو نیکیوں میں بھی تبدیل کر دیتا ہے اور انہیں اجرِ عظیم کا مستحق قرار دیتا ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے: (إِلَّا مَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَأُولَئِكَ يُبَدِّلُ اللَّهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا[292]

لیکن یہ بات ذہن نشین کرنی چاہیئے کہ توبہ کی طرف پہلا قدم اور شروعات بندے کو کرنی ہوتی ہے جس کی ہدایت کے لیے اللہ تبارک وتعالیٰ نے کم وبیش ایک لاکھ چوبیس ہزار(124000) انبیاء کو مبعوث فرمایا اور اس کے علاوہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کو عقلِ سلیم سے نوازہ اور اپنی حقانیت کی تمام تر نشانیوں کو انسان کے آگے کھول کر رکھ دیا تاکہ وہ کسی طرح توبہ کرے اور ہدایت یافتہ لوگوں میں سے ہو جائے۔ ایک حدیثِ قدسی میں ایسے بندے کے لیئے بشارت آئی ہے کہ جو بندہ میری (اللہ) کی طرف توبہ کی شروعات کرتا ہے اور قریب آتا ہے تو میں اللہ اس کے ستر گنا زیادہ قریب آتا ہوں۔ حدیث کے الفاظ اس طرح ہیں: (أنا عند ظن عبدي بي، وأنا معه حين يذكرني، إن ذكرني في نفسه، ذكرته في نفسي، وإن ذكرني في ملإ، ذكرته في ملإ هم خير منهم، وإن تقرب مني شبرا، تقربت إليه ذراعا، وإن تقرب إلي ذراعا، تقربت منه باعا، وإن أتاني يمشي أتيته هرولة) [293]اس حدیث مبارکہ کا مفہوم یہ ہے کہ میں اللہ

292- (الفرقان:70)

293- مسلم: كتاب الذكر والدعاء والتوبة والاستغفار، باب الحث على ذكر الله تعالى حديث:2675، 2061/4

اس بندے پر رحمت کے دریا بہاتا ہوں جو میری طرف توبہ کرتا ہے۔ یہ عظیم بشارت سننے کہ بعد ہم سب مسلمانوں پر لازم ہے کہ ہم اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف رجوع کریں، توبہ کریں اور اطاعتِ اوامرِ الٰہی پر ہمیشگی اختیار کریں اور برے اعمال سے بچتے رہیں یہاں تک کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہم پر اپنی وسیع رحمت میں سے اپنے فضل وکرم اوراحسان کے ساتھ کچھ عنایت فرماتے۔

10- قوّتِ ربانی عنایت ھونا:

احسان چونکہ ایسا عمل ہے جس کا دائرہ کار نوافل اور مستحبات سے زیادہ جڑا ہوا ہوتا ہے اور اس کے اندر آداب کے ذکر کو بھی بکثرت پایا جاتا ہے۔ اور اللہ تبارک وتعالیٰ زائد (نوافل وآداب) کی رعایت کرنے والے بندے کو زیادہ اجر عنایت فرماتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: (وَسَنَزِيدُ الْمُحْسِنِينَ)[294] حدیث قدسی میں ہے: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن الله قال: من عادى لي وليا فقد آذنته بالحرب، وما تقرب إلي عبدي بشيء أحب إلي مما افترضت عليه، وما يزال عبدي يتقرب إلي بالنوافل حتى أحبه، فإذا أحببته: كنت سمعه الذي يسمع به، وبصره الذي يبصر به، ويده التي يبطش بها، ورجله التي يمشي بها، وإن سألني لأعطينه، ولئن استعاذني لأعيذنه، وما ترددت عن شيء أنا فاعله ترددي عن نفس المؤمن، يكره الموت وأنا أكره مساءته"[295].

294- البقرة:58

295- البخاري: كتاب الرقاق، باب التواضع؛ 105/8، حديث رقم:6502

یہ قوتِ ربانی، اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے پیارے اور محبوب بندوں کو عنایت فرماتا ہے جس طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حاصل تھی کیونکہ وہ ظاہری طور پر کثیر مسافت پر واقع چیزوں کو بھی اپنی ان آنکھوں سے دیکھا کرتے تھے جنہیں قوتِ ربانی عطا تھی۔ چنانچہ جب ساریہ بن الحصین کا لشکر (مدینہ منورہ سے دور) کسی مشکل میں پھنسا ہوا تھا تو آپ نے (مدینہ منورہ میں سے ہی) جمعہ کے خطبے کے دوران بڑی آواز سے پکارا" يا سارية، الجبل، الجبل!" (296)۔

امام رازی فرماتے ہیں کہ: اگر بندہ نیک اعمال پر ہمیشگی کرے اور اس مقام تک پہنچے جس میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے کہا ہے: میں اس کی سمعی وبصری قوت بن جاتا ہوں تو وہ اللہ جل جلالہٗ کے نور سے قریب وبعید کو سنتا بھی ہے اور دیکھتا بھی ہے۔ اور اگر یہ نور خداوندی اس کے ہاتھ کی قوت بن جائے تو وہ مشکل وآسان قریب وبعید ہر طرح کے کام اپنے ہاتھ سے کر سکتا ہے۔ (297)

296- (تاريخ الطبري: 138/4 تاريخ الرسل والملوك، وصلة تاريخ الطبري، المؤلف: محمد بن جرير بن يزيد بن كثير بن غالب الآملي، أبو جعفر الطبري (المتوفى: 310هـ) (صلة تاريخ الطبري لعريب بن سعد القرطبي، المتوفى: 369هـ) الناشر: دار التراث – بيروت الطبعة: الثانية - 1387 هـ.) والقوة الربانية لعلي بن أبي طالب عندما قلع باب الخيبر(شرح الزرقاني على المواهب 266/3؛ شرح الزرقاني على المواهب اللدنية بالمنح المحمدية؛ المؤلف: أبو عبد الله محمد بن عبد الباقي بن يوسف بن أحمد بن شهاب الدين بن محمد الزرقاني المالكي (المتوفى: 1122هـ)، الناشر: دار الكتب العلمية، الطبعة: الأولى 1417هـ-1996م)

297- (انظر: تفسير الرازي: ج21، ص76-77)

فصل دوم:
آخرت میں احسان کے فوائد

احسان کرنے والے مؤمن کو دنیا میں بھی احسان کے کئی طرح کے فوائد حاصل ہوتے ہیں جس طرح سطورِ بالا میں ذکر ہوا، لیکن مؤمنین کی خاصیت اور ان پر اللہ رب العزت کا سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ انہیں آخرت میں بھی کئی طرح کے اجر وثواب سے نوازا جاتا ہے اور انہیں آخرت میں بھی احسان کے بدلے احسان ملتا ہے۔ درج ذیل سطور میں محسنین مؤمنین کو آخرت میں حاصل ہونے والے فوائد کا ذکر کیا جاتا ہے۔

1- حساب وکتاب میں تخفیف اور حسنہ (چھوٹی /ایک نیکی) پر اجر عظیم:

اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن پاک میں ہمیں بتا یا ہے کہ وہ اپنے بندوں پر رائی کے دانے کے برابر بھی ظلم نہیں کرتا۔ارشاد باری تعالیٰ ہے: (إِنَّ اللَّهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ) کلام کی ترتیب و نظم یہ ہے کہ: ان لوگوں کا کیا جائے گا اگر یہ ایمان لاتے اور اللہ کی راہ میں خرچ کرتے بیشک اللہ پاک کچھ بھی ظلم نہیں کرتا اور نہ ہی ناپ تول میں کمی کرتا ہے اور نہ ہی کسی عمل کے اجر و ثواب دینے میں ذرہ برابر نقصان کرتا ہے۔ (یعنی اللہ پاک تو اجرِ کامل اور ٹھیک تولنے والا ہے تو آپ لوگوں کو چاہئے کہ زیادہ سے زیادہ نیکیاں کرو اور حصولِ اجر کو ممکن بناؤ)۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما ذرے کی

فہرست ملاحظہ فرمائیں 00

تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: الذرة رأس نملة حمراء وقيل الذرة كل جزء من أجزاء الهباء الذي يكون في الكوة إذا كان فيها ضوء الشمس لا وزن لها

یہ مثال اس بات کو سمجھانے کے لیئے ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ تھوڑے سے اور قلیل نیک عمل پر بھی اجر عنایت فرماتا ہے بلکہ ایک نیکی کا اجر دس گنا دیا جائے گا اور یہ (دس گنا تک اجر کا بڑھنا) حساب وکتاب کے وقت ہوگا۔ اور جس کی نیکیاں زیادہ ہو جائیں گی تو اللہ تبارک وتعالیٰ اس کی زیادہ نیکیوں میں چاہے وہ ذرہ برابر بھی زیادہ ہوں ان کا اجر سات سو گنا بڑھادے گا۔[298]

معلوم ہوا کہ جو شخص نیک اعمال کرے تو اللہ عزوجل اسے حساب وکتاب میں تخفیف فرمائے گا اور اسے فقط ایک نیکی پر کئی گنا زیادہ اجر وثواب عنایت فرمائے گا۔

حدیث پاک میں ہے کہ: عن عبد الله بن عمرو بن العاص أن رسول الله صلّى الله عليه وسلّم قال: «إن الله تعالى سيخلص رجلا من أمتي على رؤوس الخلائق يوم القيامة فينشر له تسعة وتسعون سجلا كل سجل مثل مد البصر ثم يقول أتنكر من هذا شيئا أظلمك كتبتي الحافظون؟ فيقول لا يا رب فيقول أفلك عذر؟ فيقول لا يا رب فيقول تعالى: بلى إن لك عندنا حسنة فإنه لا ظلم عليك اليوم فيخرج بطاقة فيها أشهد أن لا إله إلّا الله وأشهد أن محمدا عبده ورسوله فيقول احضر وزنك فيقول يا رب ما هذه البطاقة مع هذه

298- (الخازن:376/1)

السجلات؟ فقال فإنك لا تظلم فتوضع السجلات في كفة والبطاقة في كفة فطاشت السجلات وثقلت البطاقة ولا يثقل مع اسم الله شيء»[299]

نبی کریم ﷺ نے کفیلِ یتیم کا اجرِ عظیم بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے::

«الساعي على الأرملة والمسكين كالمجاهد في سبيل الله أو كالذي يصوم النهار ويقوم الليل»[300]

2- جنت میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی رضا اور محبت کا حصول (رؤیت باری تعالیٰ):

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے: (الَّذِينَ يُنْفِقُونَ فِي السَّرَّاءِ وَالضَّرَّاءِ وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ) [301] واس آیت کریمہ کی تفسیر میں علامہ ابن جریر الطبری رحمۃاللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قولِ باری تعالیٰ: "والله يحب المحسنين"، اس سے مراد یہ ہے کہ: بیشک اللہ تبارک وتعالیٰ اس شخص سے محبت فرماتا ہے جو مذکورہ بالا نیک کام (انفاق، غصہ پی جانا، لوگوں کو معاف کرنا) کرتے ہیں اور یہ ایسے اعمال ہیں جن کے لیئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے جنت تیار کی ہے جس کی وسعت زمین وآسمان ہیں۔ اور یہ تمام کام محسنین ہی کرتے ہیں، اور ان کا یہ عمل احسان ہے۔ نبی

299- سنن الترمذي: كتاب أبواب الإيمان، باب ما جاء فيمن يموت وهو يشهد أن لا إله إلا الله، حديث2639، 322/4.

300- سنن الترمذي، أبواب البر والصلة، باب ما جاء في السعي على الأرملة واليتيم 1969

301- آل عمران:134

کریم ﷺ نے فرمایا ہے: والنبي صلى الله عليه وسلم قال: من كظم غيظًا وهو يقدر على إنفاذه، ملأه الله أمنًا وإيمانًا[302].

ایک حدیث مبارکہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے مؤمنین کی کفالت کرنے والے کو جنت کی خوشخبری سناتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے: ((من ضم يتيمًا من المسلمين إلى طعامه وشرابه حتى يغنيه الله، أوجب الله له الجنة، إلا أن يعملَ ذنبًا لا يغفر))[303]؛ رواه الترمذي،

ایک حدیث مبارکہ میں آپ کریم ﷺ نے سلام پھیلانے والے، طعام کھلانے والے اور صلۂ رحمی کرنے (رشتہ جوڑنے) والے، اور قیام اللیل کرنے والے کو آرام واطمینان اور سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہونے کی خوشخبری سناتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے: ((أيها الناس، أفشوا السلام، وأطعموا الطعام، وصلوا الأرحام، وصلوا بالليل والناس نيام تدخلوا الجنة بسلام)) [304]؛ رواه الترمذي

302- انظر: الطبري: 217/7

303- المعجم الكبير للطبراني، حديث:299/19، المؤلف: سليمان بن أحمد بن أيوب بن مطير اللخمي الشامي، أبو القاسم الطبراني(المتوفى: 360هـ)،المحقق: حمدي بن عبد المجيد السلفي،دار النشر:مكتبة ابن تيمية—القاهرة، الطبعة: الثانية.

304- سنن ابن ماجه، كتاب إقامة الصلاة، والسنة فيها، باب ما جاء في قيام الليل حديث 1334، 423/1

فہرست ملاحظہ فرمائیں00

نبی کریم ﷺ نے مؤمن کے نیک عمل پر دنیا وآخرت میں اجر کی ضمانت دیتے ہوئے فرمایا ہے: وقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن الله لا يظلم المؤمن حسنةً، يُثابُ عليها الرزق في الدنيا، ويجزى بها في الآخرة. وأما الكافر فيُطعم بها في الدنيا، فإذا كان يومُ القيامة لم تكن له حسنةً)[305].

ارشادِ باری تعالیٰ وَإِنْ تَكُ حَسَنَةً يُضاعِفْها۔۔۔الخ کے تحت علامہ خازن، تفسیر خازن میں رقم طراز ہیں کہ: اللہ تبارک وتعالیٰ مؤمن کی ایک نیکی پر اپنے فضل سے کئی گنا اجر وثواب بڑھادیگا، اور انہیں اجرِ عظیم یعنی جنت سے نوازے گا اور یہ ان کی ایک نیکی کا اجر وثواب ہوگا۔ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر اللہ عزوجل جس اجر کو اجرِ عظیم فرمائے تو اسی کی (مقدار) کون معین ومقرر کرے گا!؟ (یقینا کوئی بھی اس اجرِ عظیم کو بیان نہیں کر سکتا) [306] اجرِ عظیم کی تفسیر بیان کرتے ہوئے علامہ نسفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: اللہ تبارک وتعالیٰ نیکی کرنے والے کو اپنی طرف سے اجرِ عظیم عنایت فرمائے گا۔ اور جس چیز کی وصف اللہ

305- مسلم، كتاب صفة القيامة والجنة والنار، باب جزاء المؤمن بحسناته في الدنيا والآخرة وتعجيل حسنات الكافر في الدنيا حديث2808، 2162/4.

306- تفسير الخازن:377/1؛ الكتاب: لباب التأويل في معاني التنزيل؛ المؤلف: علاء الدين علي بن محمد بن إبراهيم بن عمر الشيحي أبو الحسن، المعروف بالخازن (المتوفى: 741هـ)؛ المحقق: تصحيح محمد علي شاهين؛ الطبعة: الأولى1415هـ الناشر: دار الكتب العلمية – بيروت؛

عزوجل عظیم سے کرے تو کون ہے جو اس کی مقدار کو جان سکے کیونکہ دوسری طرح اللہ تعالیٰ نے دنیا کے مال ودولت کو (باوجودیکہ وہ ہمارے لیے تمام زیادہ ہے) بہت کم شمار کیا ہے(متاع الدنیا قلیل). [307]

3- یومِ قیامت عتاب سے محفوظ ہونا:

اللہ تبارک وتعالیٰ قیامت کے دن ان لوگوں کو عتاب فرمائے گا جن کو اس بات کا موقعہ میسر تھا کہ وہ نیک عمل اپنے دفترِ اعمال میں داخل کرا سکیں لیکن انہوں نے کسی سبب سے اسے چھوڑ دیا ہو۔ چنانچہ ایک حدیث قدسی میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ (إن الله عز وجل يقول يوم القيامة: يا ابن آدم مرضت فلم تعدني، قال: يا رب كيف أعودك؟ وأنت رب العالمين، قال: أما علمت أن عبدي فلانا مرض فلم تعده، أما علمت أنك لو عدته لوجدتني عنده؟ يا ابن آدم استطعمتك فلم تطعمني، قال: يا رب وكيف أطعمك؟ وأنت رب العالمين، قال: أما علمت أنه استطعمك عبدي فلان، فلم تطعمه؟ أما علمت أنك لو أطعمته لوجدت ذلك عندي، يا ابن آدم استسقيتك، فلم تسقني، قال: يا رب كيف أسقيك؟ وأنت رب العالمين، قال: استسقاك عبدي فلان فلم تسقه، أما إنك لو سقيته وجدت ذلك عندي.)[308]

307- التفسير النسفي(مدارك التنزيل وحقائق التأويل)359/1، المؤلف: أبو البركات عبد الله بن أحمد بن محمود حافظ الدين النسفي (المتوفى: 710هـ)، حققه وخرج أحاديثه: يوسف علي بديوي، الناشر: دار الكلم الطيب، بيروت، الطبعة: الأولى، 1419هـ - 1998 م

308- مسلم: كتاب البر والصلة والآداب، باب فضل عيادة المريض، 1990/4، حديث: 2569

فہرست ملاحظہ فرمائیں00

مذکورہ حدیثِ قدسی میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جو شخص ان نیک اعمال (حسنات) کو ادا کرنے سے قاصر رہا تو اسے قیامت کے دن عتاب کیا جائے گا اور اس عتاب سے وہی بچے گا جس نے ان نیک اعمال (حسنات) کو صحیح طریقے سے ادا کیا۔

4- شفاعت کا حصول، اور جهنم سے آزادی ملنا:

قیامت کے دن ایک محسن دوسرے محسن کی شفاعت وسفارش کرے گا خدا نہ خواستہ اگر کوئی مسلمان اپنے اعمالِ بد کی وجہ سے آگ میں ڈالا گیا۔ اور اس کا رفیق، دوست، اس کا ہم نشیں، یا اس سے قلبی تعلق رکھنے والا ساتھی اللہ تبارک وتعالیٰ کے فضل سے جنت میں داخل ہو گیا تو یہ اللہ کا نیک بندہ اپنے دنیا کے دوست کو جنت میں بھی ڈھونڈے گا اور اسے وہاں بھی اعلیٰ قسم کی نعمتوں کے باوجود نہیں بھولے گا۔ اور کتبِ حدیث میں آیا ہے کہ وہ اپنے جہنم میں ڈالے گئے ساتھی / رفیق کی وجہ سے اللہ تبارک وتعالیٰ سے ایک عجیب مکالمہ / مجادلہ کریں گے اور بالآخر، بامرِ باری تعالیٰ اپنے تمام ساتھیوں کو (جو ان کے شریک حسنات تھے) جہنم سے جنت میں لے آئیں گے۔

حدیث مبارکہ میں آیا ہے: ((والذي نَفسي بيده، ما أحدكم بأشدّ مُناشَدَةً في الحق يراه مصيبًا له، من المؤمنين في إخوانهم إذا رأوا أن قد خَلصُوا من النار، يقولون: أي ربنا، إخواننا، كانوا يصلّون معنا، ويصومون معنا، ويحجون معنا، ويجاهدون معنا، قد أخذتهم النار"! فيقول الله لهم: "اذهبوا، فمن عرفتم صورته فأخرجوه"! ويحرِّم صورتهم على النار، فيجدون الرجل قد أخذته النار إلى أنصاف ساقيه، وإلى ركبتيه، وإلى حَقْويه، فيخرجون منها بشرًا

كثيرًا، ثم يعودون فيتكلمون، فيقول:"اذهبوا فمن وجدتم في قلبه مثقال قيراط خير فأخرجوه"! فيخرجون منها بشرًا كثيرًا. ثم يعودون فيتكلمون، فلا يزال يقولُ لهم ذلك حتى يقول:اذهبوا، فمن وجدتم في قلبه مثقال ذَرّة فأخرجوه....الخ".[309]

معلوم ہوا کہ نیک بندے کی صحبت بھی اپنے ساتھ احسان کی صورت ہے اور اسبابِ دخولِ جنت میں سے ہے۔

5- جنت میں جلد داخل ہونا:

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمیں اپنی مغفرت کی طرف جلدی کرنے کا حکم دیا ہے اور دخولِ جنت کے لیئے بھی جلدی کرنے کا حکم دیا ہے۔ مغفرت اورجنت میں جلدی ایمان واعمالِ حسنہ کی ادائگی میں جلدی کرنے سے ہی حاصل ہوتی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:: (وَسَارِعُوا إِلَى مَغْفِرَةٍ مِنْ رَبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ أُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِينَ)[310] نبی کریم ﷺ نے ایک نیک عورت کا جنت کی طرف جلدی کرنے کا واقعہ ذکر فرمایاہے کہ: (أنا أول من يفتح باب الجنة، فإذا امرأة تبادرني فأقول: من أنت؟

309- البخاري:كتاب التوحد، باب قول الله تعالى: وجوه يومئذ ناضرة إلى ربها ناظرة، حديث:7439، 129/9

310- آل عمران:133

فتقول: أنا امرأة تأيمت على أيتام لي)) [311]. ((أنا وامرأة سفعاء الخدين كهاتين يوم القيامة، امرأة ذات منصب وجمال حبست نفسها على أيتامها حتى ماتوا أو بانوا)).

6- جنت میں معیتِ محبوب رب العالمین ﷺ کا حصول:

دنیا میں شاید ہی کوئی ایسا مسلمان ہو جو جنت میں نبی کریم ﷺ اور دوسرے تمام انبیاء علیہم السلام کی کی معیت کا خواہشمند نہ ہو۔ (یقینا تمام تر مسلمانوں کی دلی تمنا ہے کہ وہ دنیا میں بھی محبت و عشقِ رسول میں جیئیں اور مریں اور آخرت میں بھی نبی کریم ﷺ کا پڑوس نصیب ہو تا کہ دیدار پر انوار سے مشرف ہوا جاسکے) اللہ تبارک وتعالیٰ نے جنت میں مسلمانوں کے لیئے حصولِ معیت نبی ﷺ کو آسان فرمادیا ہے اور اس کا راستہ بھی ہمیں بتادیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: (وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَئِكَ رَفِيقًا) [312] اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ جنت میں حصولِ معیت نبی ﷺ کے لیئے دو ہی شروط ہیں: ایک یہ کہ مؤمن ہو اور اللہ ورسول ﷺ کی اطاعت وفرمانبرداری کرے۔

311- مسند أبي يعلى:مسند أبي هريرة،حديث:6651، 12/7، المؤلف: أبو يعلى أحمد بن علي بن المثُنى بن يحيى بن عيسى بن هلال التميمي، الموصلي (المتوفى: 307هـ) المحقق: حسين سليم أسد، الطبعة: الأولى، 1404 – 1984، الناشر: دار المأمون للتراث – دمشق.

312- النساء: 69

فہرست ملاحظہ فرمائیں00

اسی طرح نبی کریم ﷺ نے کفیلِ یتیم (یتیم کی پرورش کرنے والے) کو بھی اپنی معیت کی بشارت دیتے ہوئے کہا: «أنا وكافل اليتيم في الجنة هكذا وأشار بالسبابة والوسطى وفرج بينهما شيئا[313].

313- مر تخريجه

اختتامیہ

الحمد لله الذي تتم بنعمته الحسنات والصلاة والسلام على محمد وعلى آله وأصحابه أجمعين، وبعد:

اس کتاب میں مذکورہ عناوین و موضوعات مدِ نظر رکھتے ہوئے ہمیں چاہئے کہ :

1. ہم اپنا اصل و حقیقی مقصد فقط اور فقط رضاء رب رکھیں اور رضائے رب کے حصول کے لیئے ہمیں اپنے اندر احسان جیسے عظیم وصف کو راسخ کرنا ہوگا۔
2. ہم اپنی تمام تر مشاکل میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف رجوع کرتے ہوئے اپنے، اپنے اہل خانہ اور ارد گرد کے لوگوں کے ساتھ نیکی اور احسان کے ساتھ پیش آئیں۔
3. ہمیں چاہئے کہ ہم چھوٹی سی چھوٹی نیکی کو بھی حقیر وکم جان کر ترک نہ کریں بلکہ اسے اپنی روزمرہ زندگی کا مستقل حصہ بنائیں کیونکہ چھوٹے سے چھوٹی نیکی پر بھی اللہ رب العزت اجرِ عظیم عنایت فرماتا ہے اور اس پر دنیا میں بھی کئی انواع کے فوائد حاصل ہوتے ہیں۔
4. ہمین چاہئے کہ ہم ایسے ادارے قائم کریں جن کی بنیاد خالصۃً احسان پر ہو اور ہم اپنی نئی نسل کی تربیت بھی اسی صفتِ عظیم کی بنیاد پر کریں۔

فہرست ملاحظہ فرمائیں00

5. ہم اگر اپنے اندر صفتِ احسان پیدا کریں تو یقیناً اس معاشرے میں موجود تمام تر برائیوں کو جڑ سے خاتمہ ہو جائے اور یہ معاشرہ جو ناانصافی، ظلم وجبر، اور طبقاتی نظام پر مبنی ہے ایک متوازن اور معتدل معاشرہ بن سکتا ہے جہاں ہر ایک فرد کو اس کے حقوق کے ساتھ کچھ چیزیں زائد بھی بطور احسان وایثار میسر ہوں۔

6. اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں احسان جیسی صفتِ عظیم سے متصف فرمائے اور ہمیں نیک اعمال میں استقامت عطا فرمائے۔

أسأل الله أن يوفقنا لخدمة كتابه المبين ودينه المتين وأن يرزقنا علماً حسناً نافعاً وعملاً متقبلاً.

سبحان ربك رب العزة عما يصفون، وسلام على المرسلين والحمد لله رب العلمين. وصلى الله على نبينا وقدوتنا محمد وعلى آله وصحبه أجمعين، ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين. آمين.

تمّ بتوفيق الله عزوجل

فہرست ملاحظہ فرمائیں00

مصادر ومراجع

- القرآن الكريم

1. إحياء علوم الدين، المؤلف: أبو حامد محمد بن محمد الغزالي الطوسي (المتوفى: 505هـ)، الناشر: دار المعرفة – بيروت.
2. الإصباح شرح نور الإيضاح، للشيخ محمد إعزاز على المتوفى:1374م، الطبعة الأولى:2010م، مكتبة البشرى كراتشي، باكستان.
3. الأعلام، المؤلف: خير الدين بن محمود بن محمد بن علي بن فارس، الزركلي الدمشقي (المتوفى: 1396هـ)، الطبعة: الخامسة عشر أيار / مايو 2002 م، الناشر: دار العلم للملايين)
4. أوضح التفاسير، المؤلف: محمد محمد عبد اللطيف بن الخطيب (المتوفى: 1402هـ)، الناشر: المطبعة المصرية ومكتبتها، الطبعة: السادسة، رمضان 1383 هـ - فبراير 1964 م.
5. تاريخ الطبري = تاريخ الرسل والملوك، وصلة تاريخ الطبري، المؤلف: محمد بن جرير بن يزيد بن كثير بن غالب الآملي، أبو جعفر الطبري (المتوفى: 310هـ) (صلة تاريخ الطبري لعريب بن سعد القرطبي، المتوفى: 369هـ) الناشر: دار التراث – بيروت الطبعة: الثانية - 1387 هـ.
6. التحرير والتنوير «تحرير المعنى السديد وتنوير العقل الجديد من تفسير الكتاب المجيد»430/7 المؤلف:محمد الطاهر بن محمد بن محمد الطاهر بن عاشور التونسي (المتوفى : 1393هـ) الناشر:الدار التونسية للنشر- تونس.سنة1984هـ
7. تفسير الخازن– لباب التأويل في معاني التنزيل، المؤلف: علاء الدين علي بن محمد بن إبراهيم بن عمر الشيحي أبو الحسن، المعروف بالخازن (المتوفى: 741هـ)، المحقق:

فہرست ملاحظہ فرمائیں00

تصحيح محمد علي شاهين، الناشر: دار الكتب العلمية – بيروت، الطبعة: الأولى – 1415 هـ

8. تفسير الراغب الأصفهاني، المؤلف: أبو القاسم الحسين بن محمد المعروف بالراغب الأصفهانى (المتوفى: 502هـ)، جزء 1: المقدمة وتفسير الفاتحة والبقرة تحقيق ودراسة: د. محمد عبد العزيز بسيوني، الناشر: كلية الآداب - جامعة طنطا، الطبعة الأولى: 1420 هـ - 1999 م، جزء 2، 3: من أول سورة آل عمران - وحتى الآية 113 من سورة النساء، تحقيق ودراسة: د. عادل بن علي الشِّدِي، دار النشر: دار الوطن – الرياض، الطبعة الأولى: 1424 هـ - 2003 م، جزء 4، 5: (من الآية 114 من سورة النساء - وحتى آخر سورة المائدة)، تحقيق ودراسة: د. هند بنت محمد بن زاهد سردار، الناشر: كلية الدعوة وأصول الدين - جامعة أم القرى، الطبعة الأولى: 1422 هـ - 2001 م

9. تفسير الطبري- جامع البيان في تأويل القرآن- المؤلف: محمد بن جرير بن يزيد بن كثير بن غالب الآملي، أبو جعفر الطبري (المتوفى: 310هـ)، المحقق: أحمد محمد شاكر، الناشر: مؤسسة الرسالة، الطبعة: الأولى، 1420 هـ - 2000 م

10. تفسير القرطبي، الجامع لأحكام القرآن، المؤلف: أبو عبد الله محمد بن أحمد بن أبي بكر بن فرح الأنصاري الخزرجي شمس الدين القرطبي (المتوفى: 671هـ)، تحقيق: أحمد البردوني وإبراهيم أطفيش، الناشر: دار الكتب المصرية – القاهرة، الطبعة: الثانية، 1384هـ-1964 م

11. تفسير الكشاف عن حقائق غوامض التنزيل، المؤلف: أبو القاسم محمود بن عمرو بن أحمد، الزمخشري جار الله (المتوفى: 538هـ) الطبعة: الثالثة 1407 هـ، الناشر: دار الكتاب العربي – بيروت.

12. تفسير الماوردي = النكت والعيون، المؤلف: أبو الحسن علي بن محمد بن محمد بن حبيب البصري البغدادي، الشهير بالماوردي (المتوفى: 450هـ)، المحقق:السيد ابن عبد المقصود بن عبد الرحيم، الناشر: دار الكتب العلمية - بيروت / لبنان.

فہرست ملاحظہ فرمائیں00

13. تفسير المنار- تفسير تفسير القرآن الحكيم (تفسير المنار) المؤلف: محمد رشيد بن علي رضا بن محمد شمس الدين بن محمد بهاء الدين بن منلا علي خليفة القلموني الحسيني (المتوفى: 1354هـ)، الناشر: الهيئة المصرية العامة للكتاب، سنة النشر: 1990 م

14. تفسير النسفي (مدارك التنزيل وحقائق التأويل)، المؤلف: أبو البركات عبد الله بن أحمد بن محمود حافظ الدين النسفي (المتوفى: 710هـ)، حققه وخرج أحاديثه: يوسف علي بديوي، الناشر: دار الكلم الطيب، بيروت، الطبعة: الأولى، 1419هـ - 1998 م

15. تفسير آلوسي- روح المعاني في تفسير القرآن العظيم والسبع المثاني، المؤلف: شهاب الدين محمود بن عبد الله الحسيني الألوسي (المتوفى: 1270هـ)، المحقق: علي عبد الباري عطية، الناشر: دار الكتب العلمية - بيروت

16. تفسير في ظلال القرآن - المؤلف: سيد قطب إبراهيم حسين الشاربي (المتوفى: 1385هـ)، الناشر: دار الشروق - بيروت- القاهرة، الطبعة: السابعة عشر.

17. الجامع المسند الصحيح المختصر من أمور رسول الله صلى الله عليه وسلم وسننه وأيامه = صحيح البخاري، المؤلف: محمد بن إسماعيل أبو عبدالله البخاري الجعفي، المحقق: محمد زهير بن ناصر الناصر، الناشر: دار طوق النجاة الطبعة: الأولى، 1422هـ.

18. الجامع لأحكام القرآن = تفسير القرطبي، المؤلف: أبو عبد الله محمد بن أحمد بن أبي بكر بن فرح الأنصاري الخزرجي شمس الدين القرطبي (المتوفى: 671هـ)، تحقيق: أحمد البردوني وإبراهيم أطفيش، الطبعة: الثانية، 1384هـ - 1964 م، الناشر: دار الكتب المصرية — القاهرة.

19. الجوهرة النيرة على مختصر القدوري في فروع الحنفية، للإمام أبي بكر بن علي بن محمد الحديد الزبيدي، المتوفى800هـ، تحقيق، الياس قبلان، مكتبة رحمانية.)

20. سنن ابن ماجه، المؤلف: ابن ماجة وماجة اسم أبيه يزيد أبو عبد الله محمد بن يزيد القزويني (المتوفى: 273هـ)، المحقق: شعيب الأرنؤوط عادل مرشد محمَّد كامل قره بللي عَبد اللّطيف حرز الله، الطبعة: الأولى، 1430 هـ 2009 م، الناشر: دار الرسالة العالمية

فہرست ملاحظہ فرمائیں00

21. سنن أبي داود، المؤلف: أبو داود سليمان بن الأشعث بن إسحاق بن بشير بن شداد بن عمرو الأزدي السِّجِسْتاني (المتوفى: 275هـ)، المحقق: محمد محيي الدين عبد الحميد، الناشر: المكتبة العصرية، صيدا - بيروت

22. سنن الترمذي، المؤلف: محمد بن عيسى بن سَوْرة بن موسى بن الضحاك، الترمذي، أبو عيسى (المتوفى: 279هـ)، المحقق: بشار عواد معروف، الناشر: دار الغرب الإسلامي – بيروت سنة النشر: 1998 م

23. السيرة النبوية لابن هشام، المؤلف: عبد الملك بن هشام بن ايوب الحميري المعافري، ابو محمد، جمال الدين (المتوفى: 213هـ)، تحقيق: مصطفى السقا وابراهيم الابياري وعبد الحفيظ الشلبي،الناشر: شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي واولاده بمصر، الطبعة: الثانية، 1375هـ 1955ع.

24. شرح الزرقاني على المواهب؛ شرح الزرقاني على المواهب اللدنية بالمنح المحمدية؛ المؤلف: أبو عبد الله محمد بن عبد الباقي بن يوسف بن أحمد بن شهاب الدين بن محمد الزرقاني المالكي (المتوفى: 1122هـ)، الناشر: دار الكتب العلمية، الطبعة: الأولى 1417هـ-1996م)

25. شعب الإيمان، المؤلف: أحمد بن الحسين، أبو بكر البيهقي (المتوفى: 458هـ) الطبعة: الأولى، 1423 هـ 2003 م، الناشر: مكتبة الرشد للنشر والتوزيع بالرياض.

26. عمدة القاري شرح صحيح البخاري، المؤلف: أبو محمد محمود بن أحمد بن موسى بن أحمد بن حسين الغيتابى الحنفى بدر الدين العينى (المتوفى: 855هـ)، الناشر: دار إحياء التراث العربي – بيروت.

27. فتح الباري شرح صحيح البخاري، المؤلف: أحمد بن علي بن حجر أبو الفضل العسقلاني الشافعي ط:1379، الناشر: دار المعرفة بيروت، رقم كتبه وأبوابه وأحاديثه: محمد فؤاد عبد الباقي.

فہرست ملاحظہ فرمائیں00

28. كتاب التعريفات، المؤلف: علي بن محمد بن علي الزين الشريف الجرجاني (المتوفى: 816هـ)، المحقق: ضبطه وصححه جماعة من العلماء بإشراف الناشر، الناشر: دار الكتب العلمية بيروت –لبنان، الطبعة: الأولى 1403هـ -1983م

29. لسان العرب، المؤلف: محمد بن مكرم بن على، أبو الفضل، جمال الدين ابن منظور الأنصاري الرويفعى الإفريقى (المتوفى: 711هـ)، الناشر: دار صادر – بيروت، الطبعة: الثالثة - 1414 هـ.

30. المجتبى من السنن = السنن الصغرى للنسائي، المؤلف: أبو عبد الرحمن أحمد بن شعيب بن علي الخراساني، النسائي (المتوفى: 303هـ)، تحقيق: عبد الفتاح أبو غدة، الناشر: مكتب المطبوعات الإسلامية – حلب، الطبعة: الثانية، 1406 - 1986

31. المجموع شرح المهذب ((مع تكملة السبكي والمطيعي))، المؤلف: أبو زكريا محيي الدين يحيي بن شرف النووي (المتوفى: 676هـ) الناشر: دار الفكر (طبعة كاملة معها تكملة السبكي والمطيعي).

32. محاسن التأويل، المؤلف: محمد جمال الدين بن محمد سعيد بن قاسم الحلاق القاسمي (المتوفى: 1332هـ)، المحقق: محمد باسل عيون السود، الناشر: دار الكتب العلميه – بيروت، الطبعة: الأولى - 1418 هـ:

33. المحرر الوجيز في تفسير الكتاب العزيز ، المؤلف: أبو محمد عبد الحق بن غالب بن عبد الرحمن بن تمام بن عطية الأندلسي المحاربي (المتوفى: 542هـ)، المحقق: عبد السلام عبد الشافي محمد، الطبعة: الأولى 1422 هـ لابن عطية الأندلسي، الناشر: دار الكتب العلمية – بيروت.

34. مختار الصحاح؛ المؤلف:زين الدين أبو عبد الله محمد بن أبي بكر بن عبد القادر الحنفي الرازي (المتوفى: 666هـ)، المحقق: يوسف الشيخ محمد، الطبعة: الخامسة، 1420هـ / 1999م.الناشر: المكتبة العصرية الدار النموذجية، بيروت – لبنان،

فہرست ملاحظہ فرمائیں00

35. مسند أبي داود الطيالسي- المؤلف: أبو داود سليمان بن داود بن الجارود الطيالسي البصرى (المتوفى: 204هـ)، المحقق: الدكتور محمد بن عبد المحسن التركي، الناشر: دار هجر – مصر، الطبعة: الأولى، 1419 هـ - 1999 م حديث:1،479/586.

36. مسند أبي يعلى، المؤلف: أبو يعلى أحمد بن علي بن المُثنى بن يحيى بن عيسى بن هلال التميمي، الموصلي (المتوفى: 307هـ) المحقق: حسين سليم أسد، الطبعة: الأولى، 1404 – 1984، الناشر: دار المأمون للتراث – دمشق.

37. مسند الإمام أحمد بن حنبل، المؤلف: أبو عبد الله أحمد بن محمد بن حنبل بن هلال بن أسد الشيباني (المتوفى: 241هـ)، المحقق: شعيب الأرنؤوط - عادل مرشد، وآخرون، إشراف: د عبد الله بن عبد المحسن التركي، الناشر: مؤسسة الرسالة، الطبعة: الأولى، 1421 هـ - 2001 م.

38. مسند الدارمي المعروف بـ (سنن الدارمي)، المؤلف: أبو محمد عبد الله بن عبد الرحمن الدارمي، التميمي السمرقندي (المتوفى: 255هـ)، تحقيق: حسين سليم أسد الداراني، الطبعة: الأولى، 1412 هـ 2000 م الناشر: دار المغني للنشر والتوزيع، المملكة العربية السعودية.

39. المسند الصحيح المختصر بنقل العدل عن العدل إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم–صحيح مسلم؛ مسلم بن الحجاج أبو الحسن القشيري النيسابوري (المتوفى: 261هـ)، صحيح مسلم ، المحقق: محمد فؤاد عبد الباقي، الناشر: دار إحياء التراث العربي – بيروت.

40. مشارق الأنوار على صحاح الآثار؛ المؤلف: عياض بن موسى بن عياض بن عمرون اليحصبي السبتي، أبو الفضل المعروف بقاضي عياض (المتوفى: 544هـ) دار النشر: المكتبة العتيقة ودار التراث.

41. المعجم الأوسط ، المؤلف: سليمان بن أحمد بن أيوب بن مطير اللخمي الشامي، أبو القاسم الطبراني (المتوفى: 360هـ)، المحقق: طارق بن عوض الله بن محمد , عبد المحسن بن إبراهيم الحسيني، الناشر: دار الحرمين – القاهرة.

فہرست ملاحظہ فرمائیں00

42. المعجم الكبير، المؤلف: سليمان بن أحمد بن أيوب بن مطير اللخمي الشامي، أبو القاسم الطبراني (المتوفى: 360هـ)، المحقق: حمدي بن عبد المجيد السلفي، دار النشر: مكتبة ابن تيمية – القاهرة، الطبعة: الثانية.

43. معجم المفسرين: المؤلف: عادل نويهض، طبعة الثانية:1409هـ، الناشر، مؤسسة نويهض الثقافية للتأليف والترجمة والنشر.

44. معجم المؤلفين؛ المؤلف: عمر بن رضا بن محمد راغب بن عبد الغني كحالة الدمشق (المتوفى: 1408هـ)، الناشر: مكتبة المثنى بيروت، دار إحياء التراث العربي بيروت

45. معجم مقاليد العلوم في الحدود والرسوم، المؤلف: عبد الرحمن بن أبي بكر، جلال الدين السيوطي (المتوفى: 911هـ)، المحقق: أ. د محمد إبراهيم عبادة، الطبعة: الأولى، 1424هـ 2004 م، الناشر: مكتبة الآداب القاهرة/مصر

46. مفاتيح الغيب = التفسير الكبير؛ المؤلف: أبو عبد الله محمد بن عمر بن الحسن بن الحسين التيمي الرازي الملقب بفخر الدين الرازي خطيب الري (المتوفى: 606هـ) الطبعة: الثالثة 1420 هـ، الناشر: دار إحياء التراث العربي بيروت

47. موسوعة الفقه الإسلامي، المؤلف: محمد بن إبراهيم بن عبد الله التويجري الناشر: بيت الأفكار الدولية، الطبعة: الأولى، 1430 هـ 2009 م.

48. نضرة النعيم في مكارم أخلاق الرسول الكريم صلى الله عليه وسلم، المؤلف : عدد من المختصين بإشراف الشيخ/ صالح بن عبد الله بن حميد إمام وخطيب الحرم المكي، الطبعة : الرابعة، الناشر : دار الوسيلة للنشر والتوزيع، جدة.

فہرست ملاحظہ فرمائیں00